UMAR MEDIA

طالبان

مجلہ تحریک طالبان پاکستان

06

محرم الحرام ۱۴۴۱ھ بمطابق ستمبر 2019



MAKTABA E UMAR



اداریہ

الحمد للہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ وعلی آلہ وصحبہ ومن والاہ اما بعد

غیر قانونی جبری گمشدکیوں کا نارکنے والا سلسلہ، حکومتی سرپرستی میں فحاشی و عریانی کا فروغ اور اس کی ہمت افزائی ، ہر اس تحریک اور تنظیم کی پشتی بانی جوکہ مسلمانوں کے اسلامی معاشرے کو بے دین کرنے اور اس میں غیر اسلامی فکر اور عقائد کی ترویج کے لیے وجود میں آئی ہو، مغرب کی اندھی تقلید اور غلامی۔ شریعت کا مطالبہ اور سو فیصد شریعت پر عمل اور اس سے محبت ایک ناقابل معافی جرم۔فوج اور استخباراتی اداروں کی کھلی بدمعاشی ۔ فوج و اداروں کے ظلم سے نہ بچے محفوظ نہ عورتیں اور بوڑھے، نہ علماء و طلباء نہ جمہوری سیاست دان ، نہ مدارس اور نہ ہی مسجد و محراب۔

وزیرستان سے لیکر باجوڑ تک پوری قبائلی پٹی میں دین دشمن فوج کے ہاتھوں ہزاروں مساجد و مدارس شہید ، ہزاروں علماء و طلباء بمباری ، ٹارگٹ کلنگ اور جبری گمشدگیوں کا شکار۔

یہ منظر نامہ ہے وطنِ عزیز کا، اُس ملک کا منظر نامہ جسے لاکھوں مقدس جانوں کی قربانیاں دے کر ہمارے آباء نے حاصل کیا تھا، اس کی طرف اس امید سے ہجرت کی گئی تھی کہ یہاں رب کے دین اور اس کے قوانین پر عمل کی آزادی ہوگی،رب کی شریعت کی وہ بہاریں جسے دیکھنے کو آنکھیں صدیوں سے پیاسی تھیں، اب ان بے تاب آنکھوں کو ٹھنڈک ملے گی۔

شریعت کی بہاریں دیکھنے کی خواہش میں ہجرت کرنے والے اس ہندی مسلمان کو کیا علم تھا کہ یہ آزدی صرف نام کی آزادی ہے، یہ ملک کی تبدیلی صرف نام کی تبدیلی ہے۔ اُسے ہندوستان اور پاکستان میں صرف نام کا فرق ملا۔ جس طرح ہندوستان میں بے دین کفری جمہوری نظام رائج تھا اسی طرح پاکستان میں بھی یہی طاغوتی نظام غالب رہا، وہاں بھی انگریز کے قوانین کے مطابق فیصلے کیے جاتے تھے ، یہاں بھی عدالت کے نام پر بے عدل انگریزی قانون کے کورٹس چلتے رہے۔ اگر یہاں مسلمان بستے ہیں تو تعداد میں ہندوستان کے مسلمان زیادہ ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ یہ اسلامی جمہوریہ ہے اور اُس پر «اسلامی» کا نام نہاد لیبل نہیں لگایا گیا۔

تقسیمِ ہند سے قبل «رائل انڈین آرمی» یا «ہندی شاہی فوج» کے نام سے مقامی لوگوں پر مشتمل ایک غلام فوج انگریز کی حفاظت پر مامور تھی۔ تقسیمِ ہند کے بعد انگریز نے اپنے ان وفادار غلاموں کو دو حصوں میں تقسیم کردیا۔ایک کو کشمیر و ہندوستان کے مسلمانوں کی دینی آزادی سلب کرنے پر لگایا تو دوسرے کو پاکستان کے مسلمانوں پر نظر رکھنے اور انگریز کے نظام و قوانین کی حفاظت کے لیے مقرر کیا۔ فرق صرف اتنا رکھا کہ ایک کو اسلامی فوج کا نام دیا۔

نام نہاد اسلامی فوج نے اپنے آقا سے وفاداری کا پورا حق ادا کیا۔قیامِ پاکستان سے لے کر اب تک یہ اسلام دشمن فوج اس پورے خطے کی اسلام دشمنی اور مشکلات کا بنیادی سبب بنی رہی۔اللہ تعالی کے قانون کے نفاذ اور اسلامی معاشرے کی تشکیل میں اصل رکاوٹ یہی فوج رہی۔ ملک میں اسلام دشمنی پر مبنی اقدامات ہوں یا اسلام دشمن اداروں کی سرپرستی، یا کفری جمہوری قانون کا جبراً نفاذ، ان تمام جرائم کی حفاظت اور سرپرستی پر یہی اسلام دشمن فوج پیش پیش رہی۔

یہ اسلام دشمن فوج شریعت کے لیے اٹھنے والی ہر آواز کی کھلی دشمن تو ہے ہی ، ساتھ ہی اپنے حق کا مطالبہ کرنے والی ہر آواز کی داد رسی کی بجائے اسے بندوق کے زور پر دبانا اپنا جائز حق سمجھتی ہے، اس کی کھلی مثال ۷۰ سال سے ظلم کی چکی میں پستی، اپنے حقوق کا مطالبہ کرتی مظلوم بلوچ قوم ہمارے سامنے ہے۔

مسلمان ہونے کے ناتے شریعتِ مطہرہ کی روشنی میں قرآنی ہدایات کے مطابق اپنی زندگی گزارنے کے مطالبے اور ہر غیر شرعی طاغوتی قانون سے انکار کی پاداش میں قبائل اور سوات و مالاکنڈ کے معصوم عوام کو بم اور بارود کی بارش میں نہلادینا اس اسلام دشمن فوج کا اپنے آقا کے لیے ڈالروں کا ایک عوض تھا۔

عصرِ حاضر اور تاریخ کے صفحات میں آپ کسی ایسی حکومت اور فوج کی مثال نہیں ڈھونڈ سکتے جس نے غیروں کے حکم پر اپنے ہی ہزاروں عوام کو شہید اور لاکھوں کو بے گھر اور ہجرتوں پر مجبور کردیا ہو۔اس کے باوجود بھی پوری بے شرمی کے ساتھ حبِ وطنی، ایمان ،تقوی اور جہاد فی سبیل اللہ کے نعرے اور دعوے ماورائے عقل ہیں۔اس سب کے باوجود سب سے حیران کن امر سادہ لوح اُن مسلمان پاکستانی بھائیوں کی یاد داشت، حافظہ اور خوش فہمی ہے ، کہ جواب بھی یہی سمجھتے ہیں کہ یہ ایک اسلامی فوج ہے،اور «اس کی بقاء میں پاکستان سمیت پورے عالمِ اسلام کی بقاء ہے»۔

اس فوج کے نزدیک سب سے بڑا جرم اللہ تعالی کی شریعت کا مطالبہ ہے۔ اسلام آباد کی لال مسجد کو بارود سے ، اور جامعہ حفصہ کی طالبات کو صرف شریعت کا مطالبہ کرنے کے جرم میں فاسفورس بموں سے جلا دیا گیا۔ پھر کرات و مرات باجوڑ، وزیرستان، سوات، خیبر، مہمند اور ایسے ہی دیگر قبائلی علاقوں میں مختلف آپریشن ، مساجد و مدارس کو شہید کرنا، لوگوں کے گھروں اور دکانوں کے سامان کی لوٹ مار اور چوری ، بے شمار مسلمان جوان اور بوڑھوں کو گرفتار کرکے لاپتہ کردینا۔

- - -

حیران کن بات تو یہ ہے کہ مسلمانوں اور اسلام کا مطالبہ کرنے والوں کے مقابلے میں اتنی نفرت اور دشمنی کا مظہرہ ! لیکن ایک ہندو مشرک پائلٹ کی گرفتاری پر اتنی شرمندگی کہ جیسے اس سے بڑا جرم اور انسانی حقوق کی پامالی کوئی اور نہ ہو۔

شریعت کی روشنی میں آزاد زندگی کشمیری مسلمانوں کے بشمول پوری دنیا کے مسلمانوں کا حق ہے ۔ بشمول کشمیر پورے خطے کے مسلمانوں کی اسلامی شریعت کی روشنی میں آزادی اس بے دین فوج کی شکست میں مضمر ہے ۔ افغانستان کے اسلامی نظام میں یہی پاکستانی فوج رکاوٹ ہے،پختون خوا اور پاکستان کے اسلامی نظام میں یہی فوج رکاوٹ ہے، کشمیر کی آزادی میں بھی اصل رکاوٹ یہی پاکستانی فوج ہے۔

اس بات سے کوئی دھوکہ نہ کھائے کہ پاکستان میں اتنے اتنے مدرسے اور دینی جماعتیں ہیں، تبلیغِ دین کی آزادی ہے، اور اس میں اکثریت مسلمانوں کی ہے۔ یہ مدارس و مساجد فوج نے نہیں بنائے، بلکہ یہ ہم نے اپنے چندوں اور محنتوں سے بنائے ہیں۔ فوج کا اس میں کسی قسم کا کوئی کردار نہیں ، بلکہ یہ فوج تو وقتا فوقتا انہیں تباہ و برباد کرتی رہی ہے۔ تبلیغ کا کام اس فوج نے نہیں شروع کیا،بلکہ یہ حق پرست علماء کرام کی راہنمائی اور ان کی محنت سے شروع ہوا ہے۔

ہمارے ملک میں الحمد للہ اگر اسلام پر عمل پیرا مسلمان بہت ہیں تو اس میں بھی فوج کا کوئی کردار نہیں ، بلکہ یہ فوج تو کوشش کرتی ہے کہ ہر اس ادارے کو تحفظ فراہم کرے جو معاشرے میں بے دینی کو فروغ دیتا ہو۔ یہ ملک اسلامی نظام کی خاطر وجود میں آیا تھا، اسلامی نظام ہمارا حق ہے۔تحریک طالبان پاکستان ان مقاصد کے حصول کی خاطر مبارک جہاد میں مصروف ہے۔ تمام علماء کرام اور مشائخ عظام اور دیندار مذہبی طبقے کی ذمہ داری بنتی ہے کہ اپنے زیرِ اثر حلقوں میں اس حوالے سے بیداری پیدا کریں۔

الحمد للہ تاریخ گواہ ہے کہ جہادی تحریکوں کو کوئی بھی شکست نہیں دے سکا۔ آج امریکہ اپنے اتحادیوں کے ساتھ شکست کھاچکا ہے، انشاء اللہ وہ وقت دور نہیں کہ جب یہ طاغوتی فوج بھی شکست پر مجبور ہوگی اور اسلامی نظام کا سفید جھنڈا اسلام آباد، لاہور اور ملتان پر لہرائے گا۔انشاء اللہ

اِنَّ اللّٰهَ اشۡتَرٰى مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اَنۡفُسَهُمۡ وَ اَمۡوَالَهُمۡ بِاَنَّ لَهُمُ الۡجَنَّةَ‌ ؕ يُقَاتِلُوۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ فَيَقۡتُلُوۡنَ وَ يُقۡتَلُوۡنَ‌ وَعۡدًا عَلَيۡهِ حَقًّا فِى التَّوۡرٰٮةِ وَ الۡاِنۡجِيۡلِ وَ الۡقُرۡاٰنِ‌ ؕ وَ مَنۡ اَوۡفٰى بِعَهۡدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسۡتَبۡشِرُوۡا بِبَيۡعِكُمُ الَّذِىۡ بَايَعۡتُمۡ بِهٖ‌ ؕ وَ ذٰلِكَ هُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ (التوبة:111)



ترجمہ ازتفسیرِ عثمانی:

"اللہ نے خریدلی مسلمانوں سے ان کی جان اور ان کا مال اس قیمت پرکہ ان کے لیے جنت ہے۔ لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں پھرمارتے ہیں اور مرتے ہیں ۔ وعدہ ہوچکا اس کے ذمہ پرسچا توریت اور انجیل اور قرآن میں اور کون ہے قول کا پورا اللہ سے زیادہ، سوخوشیاں کرو اس معاملہ پرجوتم نے کیا ہے اس سے اور یہی ہے بڑی کامیابی۔



قال رسول اللہ ﷺ

وَعَنِ ابۡنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعۡتُ رَسُولَ اَللّٰهَ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ:
((إِذَا تَبَايَعۡتُمۡ بِالۡعِينَةِ, وَأَخَذۡتُمۡ أَذۡنَابَ اَلۡبَقَرِ, وَرَضِيتُمۡ بِالزَّرۡعِ, وَتَرَكۡتُمُ اَلۡجِهَادَ, سَلَّطَ اَللّٰهَ عَلَيۡكُمۡ ذُلًّا لَا يَنۡزِعُه حَتَّى تَرۡجِعُوا إِلَى دِينِكُمۡ))

(رَوَاہ ،أبو دَاوُدَ و احمد نحوہ)

"ابن عمررضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کوسنا کہ آپ نے فرمایا:
جب تم تجارت کے پیچھے لگ جاؤ، اور گائیں کی دمیں تھام لو ، اور کھیتی باڑی پرراضی رہو اور جہاد کو چھوڑ دوتو اللہ تعالی تم پرذلت مسلط کردیں گے، اس ذلت کوتم سے اس وقت تک دور نہ کریں گے جب تک تم اپنے دین (یعنی جہاد) کی طرف واپس نہ لوٹ آؤ۔ "

حضرت ابن عباس ،ابو بکر صدیق ، ابوہریرہ ،عائشہ صدیقہ ، زہری،سعید بن جبیر،مجاہد،عروۃ بن زبیر،زید بن اسلم، قتادہ،مقاتل بن حیان رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور دیگر سلف سے یہ منقول ہے کہ جہاد کی اجازت میں جو آیت سب سے پہلے نازل ہوئی وہ یہ آیت ہے۔

اُذِنَ لِلَّذِیۡنَ یُقٰتَلُوۡنَ بِاَنَّہُمۡ ظُلِمُوۡا ؕ وَ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصۡرِہِمۡ لَقَدِیۡرُ ﴿۳۹﴾ الَّذِیۡنَ اُخۡرِجُوۡا مِنۡ دِیَارِہِمۡ بِغَیۡرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنۡ یَّقُوۡلُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ؕ وَ لَوۡ لَا دَفۡعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعۡضَہُمۡ بِبَعۡضٍ لَّہُدِّمَتۡ صَوَامِعُ وَ بِیَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ یُذۡکَرُ فِیۡہَا اسۡمُ اللّٰہِ کَثِیۡرًا ؕ وَ لَیَنۡصُرَنَّ اللّٰہُ مَنۡ یَّنۡصُرُہٗ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَقَوِیٌّ عَزِیۡزٌ ﴿۴۰﴾ اَلَّذِیۡنَ اِنۡ مَّکَّنّٰہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَ اَمَرُوۡا بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ نَہَوۡا عَنِ الۡمُنۡکَرِ ؕ وَ لِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الۡاُمُوۡرِ ﴿۴۱﴾

ایسے لوگوں کو جہاد کی اجازت دی گئی کہ جن سے“ کافر لڑتے ہیں۔ یہ اجازت اس لئے دی گئی کہ یہ لوگ بڑے مظلوم ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ ان کی مدد پر قادر ہے اور جن کی فتح و نصرت کا وعدہ کیا جارہا ہےیہ وہ لوگ ہیں کہ جو اپنے گھروں سے بے وجہ نکالے گئے فقط اس وجہ سے کہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ بعض کو بعض کے ہاتھ نہ مٹاتا رہتا تو پہلے زمانہ میں راہبوں کے خلوت خانے اور نصاریٰ اور یہود کے عبادت خانے اور اس زمانے میں مسجدیں جن میں کثرت سے اللہ کا نام لیا جاتا ہے سب منہدم ہو چکی ہوتیں اور بے شک اللہ تعالیٰ مدد کرے گا اس شخص کی جو اس کے دین کی مدد کرے گا۔ بے شک اللہ زبردست اور غالب ہے اور ہم ایسے لوگوں کی مدد کریں گے کہ اگر ہم ان کو روئے زمین کی بادشاہت اور حکومت بھی دیں تو ہماری جادۂ اطاعت سے ذرہ برابر منحرف نہ ہوں گے،نمازوں کو قائم کریں گے، زکوٰۃ دیں گےاور دوسروں کو ہر نیک کام کا حکم کریں گےاور ہر برائی سے منع کریں گے اور تمام امور کے انجام ”کا اللہ ہی کو اختیار ہے۔

اور بعض علماء کا قول یہ ہے کہ پہلی آیت جو قتال کے بارے میں نازل ہوئی وہ یہ آیت ہے :

(وَقَاتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ الَّذِیۡنَ یُقَاتِلُوۡنَکُمۡ (البقرۃ:۱۹۰

اور لڑو اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جو تم سے لڑتے» (ہیں۔» (اخرجہ ابن جریر من ابی العالیہ

اور حاکم نے اکلیل میں یہ کہا ہے کہ قتال کے بارے :میں سب سے پہلی آیت یہ نازل ہوئی

اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَہُمۡ وَ اَمۡوَالَہُمۡ بِاَنَّ لَہُمُ (الۡجَنَّۃَ (التوبۃ:۱۱۱

یقینا خرید لیا ہے اللہ تعالی نے مؤمنین سے ان کی» جانوں اور مالوں کو اس کے عوض کہ ان کے لیے جنت ۔«ہے

جہاد کے اغراض و مقاصد

ان آیتوں میں حق جل وعلا نے اجمالا جہاد کے کچھ اغراض و مقاصد کا ذکر فرمایا ہے اور اشارۃ لوگوں کے اس شبہ کا بھی جواب دیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اسلام نے جہاد کی اجازت دے کر خونریزی کا دروازہ کھول دیا ہے۔ خلاصۂ جواب یہ ہے کہ جہاد اسلام کے ساتھ مخصوص نہیں۔ انبیاء سابقین کو بھی جہاد کی اجازت دی گئی ۔ ورنہ اگر جہاد کی اجازت نہ دی جاتی تو اللہ کا نام لینا دشوار ہوجاتا اور تمام معبد منہدم کر دئے جاتے۔ خداوندِ ذوالجلال کی یہ قدیم سنت ہے کہ وہ اپنے مخلصین کو جہاد کا حکم دیتا رہا ، تاکہ مفسدین اور فتنہ پردازوں کے شر اور فساد کو دفع :فرمائے، کماقال تعالی

وَلَوۡلَا دَفۡعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعۡضَہُمۡ بِبَعۡضٍ ۙ لَّفَسَدَتِ الۡاَرۡضُ (وَلٰکِنَّ اللّٰہَ ذُوۡ فَضۡلٍ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ (البقرۃ:۲۵۱

اگر اللہ بعض لوگوں کے شر اور فساد کو بعض» لوگوں کے ہاتھ سے دفع نہ فرماتے تو تمام زمین میں فساد پھیل جاتا لیکن اللہ جہانوں پر بڑا ہی فضل فرمانے والا ہے کہ فتنہ اور فساد رفع کرنے کے لیے «جہاد کی اجازت دی

اگر چوب حاکم نبا کندزنگئے مست درکعبہ قے شد زپے

ان آیتوں میں جہاد کی عام غرض و غایت کے علاوہ اس کی علت بھی بیان فرمائی ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو کیوں جہاد و قتال کی اجازت دی گئی۔ وہ یہ کہ ان پر طرح طرح سے ظلم و زیادتی کی گئی اور بے قصور اور بلاوجہ اپنے گھروں سے نکال دئے گئے صرف اس کہنے پر کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے اور جہاد کی اجازت سے فقط مشرکینِ مکہ کے پنجۂ ظلم سے چھڑانا مقصود نہیں، بلکہ مقصود یہ ہے کہ ان کی نصرت و حمایت کریں۔

(وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصۡرِہِمۡ لَقَدِیۡرُ (الحج:۳۹

اور اس قادر مطلق کو یہ قدرت ہے کہ روئے زمین ان کے قبضہ میں دیں اور اپنے احکام کے اجراء و تنفیذ کی مکنت و قدرت عطاء فرمائیں تاکہ زمین پر دسترس پانے کے بعد خود بھی جان اور مال سے خدا کی عبادت اور بندگی کریں، نماز کو قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور دوسروں کو بھی بھلی باتوں کا حکم کریں اور بری باتوں سے منع کریں۔

یعنی جب لوگوں کو ہم نے جہاد کی اجازت دی ہے اور جن کی نصرت و حمایت کا وعدہ کیا ہے ان لوگوں کی شان یہ ہے کہ بادشاہ ہونے کے بعد سلاطینِ دنیا کی طرح عیش و عشرت میں مبتلا نہ ہوں گے، بلکہ جان و مال سے خدا کے پورے مطیع اور فرمانبردار ہوں گے اور دوسروں کو ٹھیک راستے پر چلائیں گے، نیک باتوں کا حکم کریں گے اور بری باتوں سے منع کریں گے۔ غرض یہ کہ خود کامل و مکمّل ہوں گے اور دوسروں کے لیے مکمِل ہوں گے۔ خود بھی ہدایت پر ہوں گے اور دوسروں کو بھی ہدایت پر لائیں گے۔ چناں چہ یہ اوصافِ فاضلہ خلفاء راشدین میں علیٰ وجہ الکمال موجود تھے اور کیوں نہ ہوں، جن کو خدا آسمانی بادشاہت کے لیے منتخب فرمائے ان کے یہی اوصاف ہونے چاہئیں۔

چناں چہ عثمان رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اس آیت میں حق جل شانہ نے خلافت اور بادشاہت عطاء فرمانے سے پہلے ہی ان کی ثناء اور تعریف فرمائی کہ وہ خلیفہ اور بادشاہ ہونے کے بعد ایسے ہوں گے۔



حکم جہاد

اللہ کا ذکر کثرت سے کریں

مفتی رشید احمد لدھیانوی
رحمہ اللہ





: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

((فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادناکم))

عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی میری فضیلت تم میں سے» «ادنیٰ شخص پر۔

علماء کی ایک غلط فہمی کا ازالہ

اس حدث کے پیشِ نظر بعض علماء اس غلط فہمی میں مبتلا ہوگئے ہیں کہ اہلِ علم کو نفل عبادت کی بجائے علمی مشغلہ رکھنا چاہیئے۔ اوابین، تہجد اور ذکروشغل وغیرہ میں مشغول ہونا صحیح نہیں۔ یہ وقت علمِ دین کی خدمت و اشاعت میں صرف کرنا افضل ہے۔مگر یہ محض مغالطہ اور نفس و شیطان کا کید ہے،اس لئے حدیثِ مذکور کی تشریح کی ضرورت پیش آئی۔

علم کی تعریف، قرآن کی نظر میں

اولاً یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ شریعت کی نظر میں علم کسے کہتے ہیں؟ سوواضح ہوکہ نظرِ شرع میں علم وہ معتبر ہے کہ جس سے خشوع و خضوع اور تقویٰ و فکرِ آخرت اور حساب و کتاب کا استحضار اور دنیا و مافیہا سے زہد اور آخرت کی طرف رغبت پیدا :ہو۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

(اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا (الفاطر:۲۸

«اللہ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں ۔»

اور اس سے معلوم ہوا کہ علم سے خشیت پیدا ہوتی ہے ، اور رسول :اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

انا اتقاکم واعلمکم باللّٰہ» (میں تم سے زیادہ متقی ہوں اور تم سے» (زیادہ عالم ہوں

ای انا اتقاکم لانی اعلمکم باللّٰہ (یعنی زیادہ علم کی وجہ سے زیادہ (متقی ہوں

اس سے ثابت ہوا کہ زیادہ علم زیادہ تقویٰ کا مورث ہے ، اللہ تعالیٰ :کا ارشاد ہے

فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِہٖ فِیْ زِیْنَتِہٖ،قَالَ الَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا یٰلَیْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ قَارُوْنُ اِنَّہٗ لَذُوْحَظٍّ عَظِیْمٍ ﴿۷۹﴾ وَقَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَیْلَکُمْ ثَوَابُ اللّٰہِ خَیْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا وَلَا یُلَقّٰہَآ اِلَّا (الصّٰبِرُوْنَ (القصص:۷۹،۸۰

پھر وہ اپنی آرائش سے اپنی برادری کے ساتھ نکلا، جو لوگ دنیا کی» زندگی کے طالب ہیں کہنے لگے کیا خوب ہوتا کہ ہم کو بھی وہ سازو سامان ملا ہوتا جیسا قارون کو ملا ہے، واقعی بڑا صاحبِ نصیب ہےاور جن لوگوں کو علم عطا ہوا تھا وہ کہنے لگے ارے تمہارا ناس ہو، اللہ کا ثواب بہت بہتر ہے جو ایسے شخص کو ملتا ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے اور وہ انہیں کو دیا جاتا ہے جو صبر کرنے والے ہیں۔» ان آیات سے جہل و علم کی حقیقت معلوم ہوئی کہ حیاتِ دنیا پرنظر رہنا جہل اور ثواب پر نظر ہونا علم ہے، اور یہ بھی ثابت ہوا کہ «ثواب اللہ خیر»(اللہ کا ثواب بہت بہتر ہے۔)، کا صرف اعتقاد حاصل ہوجانا علم نہیں بلکہ تحققِ علم کے لئے اس کا استحضار اور اس کے مطابق عمل ضروری ہے۔ « وَلَا یُلَقّٰہَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ « (اور وہ انہی کو دیا جاتا ہے جو صبر کرنے والے ہیں)، سے اس کی مزید تأیید ہوتی ہے۔ لہٰذا خواہ کوئی دنیا بھر کے علوم حاصل کر لے مگر بدوں :تقویٰ کے وہ نظرِ شرع میں اللہ تعالیٰ کی بیان فرمودہ مثال

(کَمَثَلِ الْحِمَارِیَحْمِلُ اَسْفَارًا (الجمعۃ:۵

ان کی حالت اس گدھے کی سی ہے جو بہت سی کتابیں لادے ہوئے» «ہے۔

اور مشہور مقولہ :» چارپائے برو کتابے چند» (یعنی چوپائے پر کچھ کتابیں لدی ہوئی ہیں) کا مصداق ہوگا۔

عقلاً بھی یہ امر مسلم اور بدیہی ہے کہ حقیقی علم معرفتِ خالق ہی ہے۔

راہ آن باشد کہ پیش آید شہے　　　فکر آن با شد کہ بکشاید رہے

«فکر وہ ہے جو راستہ کھولے، اور راستہ وہ جو بادشاہ تک پہنچائے۔ »

اور یہ بھی مسلم ہے کہ کسی چیز کی صفات کی جس حد تک معرفت ہوگی اسی حد تک اس کے آثار بھی مرتب ہوں گے۔ سو اللہ تعالیٰ کی شانِ جلالی و جمالی کی معرفت کے بعد غلبۂ شوق و غلبۂ خوف اور ان کے آثار کا ترتب لازمی ہے۔

:تحصیلِ تقویٰ و خشوع کے طریقے

دوسری بات یہ سمجھ لیں کہ تقویٰ اور خشوع کیسے حاصل ہوتا ہے؟ اس کی تحصیل کے قرآن کریم نے مختلف مواضع میں متعدد :طریقے بیان فرمائے ہیں، ارشاد ہے

وَ اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوۃِ ۭ وَ اِنَّہَا لَکَبِیْرَۃٌ اِلَّا عَلَی الْخٰشِعِیْنَ ﴿۴۵﴾الَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّہُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّہِمْ وَاَنَّہُمْ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ (البقرۃ:۴۵)

اور مدد لو صبر اور نماز سے اور بے شک وہ نماز دشوار ہے مگر ان» لوگوں پر جن کے قلوب میں خشوع ہو، وہ لوگ جو خیال رکھتے ہیں اس کا کہ وہ بے شک اپنے رب سے ملنے والے ہیں اور اس کی طرف واپس جانے والے ہیں۔» اس مضمون کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ «توجہ الی الآخرۃ» (آخرت کی طرف توجہ) موقوف ہے «زہد عن الدنیا» (دنیا سے بے رغبتی) پر، کیوں کہ» تحلیۃ بلا تخلیۃ» (تہذیبِ اخلاق بلا اصلاحِ :نفس) ناممکن ہے۔ حضرت رومی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

زانگار از رخش ممتاز نیست　　　آینت دانی چرا غماز نیست
بعد زین این نور را ادراک کن　　　روتو زنگار از رخ او پاک کن

تیرے دل کے آئنے میں اس لیے محبت الٰہیہ کا عکس نظر نہیں آتا کہ» اس پر گناہوں کا زنگار چڑھا ہوا ہے، تو اس پر سے زنگار صاف کر تو نورِ معرفت کا ادراک ہوگا۔»اور «زہد عن الدنیا» (دنیا سے بے رغبتی) نام ہے ازالۂ حب ِدنیا کا جو شامل ہے حب مال و حبِ جاہ کو۔ سو فرماتے ہیں کہ حبِ مال کا علاج صبر یعنی ترکِ لذات و شہوات سے کرو۔ اس لیے کہ تحصیلِ لذات کے لیے مال کی ضرورت پڑے گی تو مال کی طلب بڑھے گی۔ لہٰذا نفس کو ترکِ لذات کا عادی بناؤ تاکہ مالِ کثیر کی ضرورت نہ :پڑے۔ بوصیری رحمہ اللہ کہتے ہیں

حب الرضاع وان تفطمہ ینفطم　　　النفس کالطفل ان تہملہ شب علیٰ

نفس دودھ پیتے بچے کی طرح ہےکہ اگر مشقت برداشت کرکے اس» کا دودھ نہ چھڑایا تو جوان ہوکر بھی ماں کے سینے سے دودھ پینے کا خواہش مند رہے گا۔»اور حبِ جاہ کا علاج نماز سے کرو، اس لیے کہ نماز میں سراسر عجز و انکسار ہے اور نماز کی گرانی کا علاج خشوع یعنی سکونِ قلب ہے۔ اس طرح کہ اعضاء کی حرکات قلب کی حرکات (خیالات و ارادات) کے تابع ہیں۔ اس لیے نماز میں سکونِ اعضاء کی قیود (یعنی چلنے پھرنے، بولنے دیکھنے، کھانے پینے سے ممانعت) اس وقت تک گراں معلوم ہوں گی جب تک قلب میں سکون پیدا نہیں ہوگا، اور سکونِ قلب (خشوع) حاصل کرنے کا طریقہ بیان فرماتے ہیں کہ اپنے رب :سے لقاء اور حساب و کتاب، جزاء و سزا کا مراقبہ کرتے رہا کرو

یٰٓاَیُّہَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَۃَ السَّاعَۃِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ ﴿۱﴾ یَوْمَ تَرَوْنَہَا تَذْہَلُ کُلُّ مُرْضِعَۃٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ کُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَہَا وَتَرَی النَّاسَ (سُکٰرٰی وَمَا ہُمْ بِسُکٰرٰی وَلٰکِنَّ عَذَابَ اللّٰہِ شَدِیْدٌ (الحج:۱،۲

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، یقینا قیامت کا زلزلہ بڑی بھاری چیز ہوگی» جس روز تم لوگ اس کو دیکھو گے، تمام دودھ پلانے والیاں اپنے دودھ پیتے کو بھول جائیں گی، اور تمام حمل والیاں اپنا حمل ڈال دیں گی اور تجھ کو لوگ نشے کی سی حالت میں دکھائی دیں گے، حالاں کہ وہ نشے میں نہ «ہوں گے، لیکن اللہ کا عذاب ہے ہی سخت چیز۔

یٰٓاَیُّہَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمْ وَاخْشَوْا یَوْمًا لَّا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِہٖ ۡ وَلَا مَوْلُوْدٌ (ہُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِہٖ شَیْئًا (لقمن:۲۳

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن سے جس میں نہ کوئی باپ اپنے» بیٹے کی طرف سے کچھ مطالبہ ادا کرسکے گا اور نہ کوئی بیٹا اپنے باپ کی طرف سے۔» ان دونوں آیتوں میں اللہ تعالی نے تقویٰ کا امر فرما کر اس کی تحصیل کا طریقہ بیان فرمایا کہ قیامت اور اس کی ہولناکیوں :کا مراقبہ کیا کرو

یٰٓاَیُّہَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّ خَلَقَ مِنْہَا زَوْجَہَا (وَبَثَّ مِنْہُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً (النساء:۱

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جاندار سے پیدا کیا» اور اس سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور دونو سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں۔» اس میں تحصیلِ تقویٰ کے لیے باری تعالیٰ نے اپنی قدرتِ قاہرہ کے مراقبے کا حکم فرمایا۔

وَ اِنَّہٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌ ﴿۸﴾ اَفَلَا یَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِی الْقُبُوْرِ ﴿۹﴾ وَ حُصِّلَ مَا فِی الصُّدُوْرِ ﴿۱۰﴾ اِنَّ رَبَّہُمْ بِہِمْ یَوْمَئِذٍ لَّخَبِیْرٌ (العادیات: (۸،۹،۱۰،۱۱

اور وہ مال کی محبت میں بڑا مضبوط ہے کیا اس کو وہ وقت معلوم نہیں جب زندہ کیے جائیں گے مردے قبروں کے، اور آشکارا ہوجائے گا جو کچھ دلوں میں ہے، بے شک ان کا رب ان کے حال سے اس روز پورا آگاہ ہے۔» اس میں اللہ تعالیٰ نے حبِ مال کا علاج یہ بیان فرمایا کہ حشر اور حساب و کتاب کا مراقبہ کیا کرو۔ رسول اللہ ﷺ نے تقویٰ اور فکرِ :آخرت پیدا کرنے کے لیے مراقبۂ موت کی تعلیم فرمائی

اکثروا من ذکر ھازم اللذات الموت» (سب لذتوں کو ختم کرنے والی چیز» («یعنی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔

(کفی بالموت واعظا» (موت نصیحت کے لیے کافی ہے۔»

زوروھا (القبور) فانھا تذکر الآخرۃ» (قبروں کو دیکھنے جایا کرو اس» (لیے کہ وہ آخرت کو یاد دلانے والی ہیں۔

«ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یرک»

اللہ کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اس لیے کہ) (اگر تم اسے نہیں دیکھ سکتے تو وہ تو تمہیں دیکھ ہی رہا ہے۔

جہاد کے مقاصد وفوائد



جہاد کے مقاصد، اغراض، اہداف، فائدے اور ثمرے ونتیجے بہت زیادہ ہیں۔ بعضے مجاہدین کے دل میں یہ شیطانی وسوسہ آتا ہے کہ ہمارے اس جہاد کا کوئی نتیجہ نہیں ہے ، یا یہ کہ اس جہاد کا کیا نتیجہ نکلا۔ یہی وسوسہ مجاہدین کے علاوہ دیگر مسلمانوں کے دلوں میں بھی آتا ہے۔ بعض منافقین بھی یہی اعتراض کرتے ہیں کہ ان جنگوں کا کیا فائدہ ہوا۔

جہاد کے فائدے اور نتیجے بہت زیادہ ہیں۔ کبھی تمام فائدے اور نتیجے حاصل ہوجاتے ہیں توکبھی اکثرنتائج مل جاتے ہیں اور کبھی انسان کو بعض نتائج ہی حاصل ہوپاتے ہیں۔

امام نووی رحمہ اللہ شرح المہذب میں فرماتے ہیں کہ اگر جہاد کا کوئی اور دوسرا فائدہ نہ ہوتا اور صرف یہ ایک فائدہ ہوتا کہ اس کے ذریعے ایک گناہ معاف ہوجاتا تو یہ بھی پورا تھا۔ حالاں کہ جہاد سے صرف ایک گناہ نہیں بلکہ تمام گناہ معاف ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے فائدے ہیں۔

جہاد کے چوالیس فائدے:

پہلا فائدہ: اعلاء کلمة اللہ کا حصول

جیسا کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

(وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (البقرة:۱۹۰

«اور لڑو اللہ تعالی کی راہ میں ۔»

فی سبیل اللہ کی تفسیر حدیث میں یہ کی گئی ہے :

مَن قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِي سَبِيلِ الله

«جو شخص اس لیے جنگ کرے کہ اللہ تعالی کا کلمہ بلند ہوجائے تو یہ اللہ تعالی کی راہ میں ہے۔»

دوسرا فائدہ: کافروں کے ظلم اور وحشت کا جواب اور انتقام

جیسا کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

وَ قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ ((البقرۃ: ۱۹۰

اور لڑو اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جو تم سے لڑیں۔ یعنی ان کی جنگ اور ظلم کے مقابلے میں جنگ کرو۔ یہی مضمون بہت سی آیتوں میں مختلف الفاظ سے ذکرہوا ہے: جیسے

(فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ (البقرة:۱۹۱

«سو اگروہ تم سے لڑیں تو تم بھی ان سے لڑو۔»

:یا جیسے

فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ((البقرة:۱۹٤

«سو جو زیادتی کرے تمھارے ساتھ تو تم بھی اسی کی مثل زیادتی کرسکتے ہو۔»

:یا جیسے فرمایا

(وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ (البقرة:۱۹۱

«اور نکالو ان کو اس جگہ سے جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا۔»

:کہیں فرمایا

(وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ (التوبة:۱۳

«انہوں نے پہل کی ہے تم پر۔»

:کہیں فرمایا

(اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا (الحج:۳۹

«اجازت دی گئی ہے ان لوگوں کو جن سے جنگ کی جاتی ہے کیوں کہ وہ مظلوم ہیں۔»

جیسا کہ آج کل امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے مسلمانوں پر جنگ مسلط کی ہوئی ہے اور مسلمانوں پر مختلف مظالم ڈھائے جارہے ہیں، ان کا قتل عام کیا جارہا ہے، انہیں ہجرت پر مجبور کیا جاتا ہے، جیلوں میں مختلف طریقوں سے تکلیفیں دی جاتی ہیں۔ کشمیر میں ہندو ظلم کررہے ہیں، چیچنیا میں روس وحشیانہ حملے کرتا ہے، فلسطین میں اسرائیل قتلِ عام کررہا ہے اور بیت المقدس پر قابض ہے، برما میں بت پرست مسلمانوں کا قتل عام اور ملک بدری کررہے ہیں، بوسنیا اور کوسوو میں ظالم سربی بڑے بڑے حملے کرتے ہیں، فلپائن میں صلیبیوں کی طرف سے ظلم جاری ہے۔ چناں چہ جہاد اس لیے ہے کہ ان سے انتقام لیا جائے اور ان کے ظلم کا جواب دیا جائے۔

تیسرا فائدہ: فتنے کا خاتمہ

جیسا کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

(وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ (البقرة:۱۹۳

«اور ان سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ بچے۔»

اس آیت میں «حتی» «کی» کے معنی میں ہے۔ فتنے کے کئی معنی آتے ہیں۔ ایک ان میں سے یہ ہے کہ مؤمن کو زبردستی ایمان سے پھیرنا، جیسا کہ آج کل مؤمنوں سے زورزبردستی کی جاتی ہے کہ تم نے جہاد کیوں کیا اور تم نے مجاہدین کا ساتھ کیوں دیا۔ لوگوں کو کہا جاتا ہے کہ مجاہدین کو جگہ نہ دینا، کھانا پینا نہ دینا۔ بعض دکان داروں کو اس لیے سزا دی گئی کہ تم نے مجاہد کو سودا کیوں بیچا، ڈاکٹر سے پوچھا جاتا ہے کہ تم نے مجاہد کا علاج کیوں کیا؟ مجاہدین پر پابندیاں لگاتے ہیں کہ مرکز نہیں بناؤ گے، تربیتیں نہیں کراؤ گے، ایف ایم پر دعوت نہیں چلاؤ گے، منکرات کو نہیں روکو گے، ملک کے قانون کو چیلنج نہیں کروگے وغیرہ۔

جس علاقے میں مجاہدین تربیت و دعوت اور محنت شروع کرتے ہیں تو وہ اس علاقے میں اپنی توجہ بڑھادیتے ہیں، وہاں ظلم وزیادتی کا بازارگرم کردیتے ہیں۔ ٹینکوں، توپوں اور فوجوں کے ذریعے اپنی قوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے لشکرکشی شروع کردیتے ہیں۔ عوام پر اپنا رعب جماتے ہیں ، تاکہ وہ مجاہدین کا ساتھ نہ دیں۔

اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ تربیتیں اور اسلامی دعوت بند ہوجاتی ہے۔ لوگوں میں بےپردگی عام ہوجاتی ہے، ڈاڑھی منڈانا اور ناچ گانا عام ہوجاتا ہے۔چناں چہ جہاد کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ان کی یہ زورزبردستی ختم ہوجائے اور لوگ گمراہ نہ ہوں۔

فتنے کا دوسرا معنی شرک ہے۔ یعنی جہاد کرو تاکہ شرک ختم ہوجائے، جیسا کہ آج کل جگہ جگہ شرک کے اڈے موجود ہیں،حکومتی سرپرستی میں شرکیہ درگاہیں چل رہی ہیں۔ شرک فی الحاکمیت عام ہے۔ اللہ کی بندگی کی جگہ مخلوق کی بندگی کی جارہی ہے۔ امریکہ اور بے دین حکمرانوں اور افسروں کی بندگی کی جارہی ہے، اور اس کا عذریہ بیان کیا جاتا ہے کہ ہم مجبور ہیں ، ہم پر اوپر سے زورہے۔چناں چہ جہاد اس لیے ہوتا ہے کہ شرک کے اڈے اور مرکز ختم ہوجائیں۔

چوتھا فائدہ: اسلامی قانون کا نفاذ

جیسا کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

(وَيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ (اور اللہ کے دین کا زورہوجائے

اس سے مراد دوسرے دینوں پردینِ اسلام کا غلبہ ہے۔ آج کل ہرجگہ کفری نظام ہے، کسی ایک جگہ بھی اسلامی قانون اور اسلامی نظام نہیں ہے۔ چناں چہ جہاد اس لیے کیا جاتا ہے کہ اسلامی قانون نافذ اور کفری قانون ختم ہوجائے۔ (جاری ہے۔۔۔


لا إله إلا
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
ارموا بني إسماعيل! فإن أباكم كان راميا
رواه البخاري

"اہل سنت والجماعت"

شیخ گل محمد حفظہ اللہ



اہل سنت والجماعت « کی اصطلاح دینِ اسلام میں ایک» مہم اور بنیادی اصطلاح ہے۔ مرورزمانہ کے ساتھ دیگر اسلامی اصطلاحات اور تعلیمات کی طرح یہ اصطلاح بھی اپنے حقیقی معنی کھوچکی ہے۔ لوگوں میں یہ اصطلاح عام تو ہے لیکن بہت کم لوگ اس کے مفہوم سے آشنا ہیں۔ ہر مذہبی جماعت اور تحریک خود کو «اہل سنت والجماعت » کی طرف منسوب کرنے میں فخر اور خوشی تو محسوس کرتی ہے لیکن اکثر اُس کی صفات سے خالی اور بے خبر ہیں۔

اس لیے ضروری ہے کہ «اہل سنت والجماعت » کی اصطلاح کو واضح کیا جائے ، اس کے عقائد کو جانا اور عادات و خلاق اور مزاج کو اپنایا جائے، اور چاہیے کہ اہلِ سنت والجماعت کے صحیح مزاج کو سمجھا اور پھر اس کی روشنی میں اس کے افراد کو پہچانا جائے۔کیوں کہ یہ کسی مشخص جماعت کا نام نہیں بلکہ یہ ان خاص عقائد و نظریات و افعال کے حامل افراد کا نام ہے، جو کہ کسی جگہ یا زمانے کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ ہر زمانے، ہر جگہ اور ہر جماعت میں اہلِ سنت ہوتے ہیں۔ جس طرح ہر اہلِ حق جماعت میں بعض باطل نظریات کے حامل گمراہ افراد ہوتے ہیں۔

اہل سنت والجماعت « کسے کہتے ہیں»

مختصراً «اہل سنت والجماعت « سے مراد قرونِ اولیٰ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے شاگرد تابعین و تبع تابعین رحمھم اللہ ہیں، اور پھر ان کے بعد ہر وہ مسلمان جو ان کے عقائد و نظریات کا حامل اور ان کی تعلیمات کے مطابق نبی ﷺ کی سنتوں کو مضبوطی سے پکڑنے والا ہو۔

اہل سنت والجماعت « کے نام»

علماء نے اس کے مختلف نام استعمال کیے ہیں جیسا کہ

اهل الجماعة، ، اهل السنة ، اهل السنة والجماعة الجماعة، السَلَف الصالح، اهل الاثَر، اهل الحديث، الفرقة الناجية، الطائفة المنصورة، اهل الاتباع۔

اہلِ سنت والجماعت» کے اوصاف»

:ان کے بہت سے اوصاف ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں

عمل اور عبادت کو جمع کرنا: یعنی وہ علم اور عمل دونوں میں پوری کوشش کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ بدعتی لوگ یا تو عبادت میں مشغول ہوتے ہیں اور علم ان کے پاس نہیں ہوتا، یا پھر علم میں کوشش کرتے ہیں عبادت ان کے نصیب میں نہیں ہوتی۔

دنیا کی کسب ،وسعت اور زہد کو جمع کرنا: یعنی دنیا کے کام کاج اور کسب کرتے ہیں لیکن دنیا کی محبت ان کے دل میں نہیں ہوتی۔ جیسا کہ مالدار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حالت تھی ، جیسا کہ عثمان بن عفان اور عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنهما، یا جیسے عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ، جو کہ اپنے زمانے میں بہت مالدار تھے اور ساتھ ساتھ زاھد بھی۔

خوف ورَجاء جمع کرنا: یعنی اللہ تعالی کی بندگی میں خوف اور امید دونوں رکھتے ہیں۔

نرمی اور سختی کو جمع کرنا: یعنی نرمی کے موقع پر نرمی کرتے ہیں اور سختی کے موقع پر سختی۔ ہر وقت نہ سختی کرتے ہیں اور نہ ہر وقت نرمی۔

علم میں امانتداری: علم کو ایک امانت سمجھتے اور اس میں امانتداری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ حتی کہ اپنے مخالف کی بات بھی پوری نقل کرتے ہیں، پھر اگر صحیح ہوتی ہے تو قبول کرتے اور اگر غلط ہوتی ہے تو رد کردیتے ہیں۔

اس کے علاوہ سب سے بڑھ کر مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کی کوشش کرتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالی :نے فرمایا ہے

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

:اہلِ سنت والجماعت» کے عقیدے کا التزام»

اہلِ سنت والجماعت» کا بہت ہی پاک اور عمدہ عقیدہ،» نظریہ، موقف اور منہج ہے ، جس کا التزام بہت ضروری ہے۔ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سنت اور جماعت کے ساتھ جڑے رہنے کے بہت سے احکام دیے ہیں۔ سَلَف کے اقوال میں بھی اس کی بہت تاکید موجود ہے۔

:اللہ تعالی فرماتے ہیں

وَ اَنَّ ہٰذَا صِرَاطِیۡ مُسۡتَقِیۡمًا فَاتَّبِعُوۡہُ ۚ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمۡ عَنۡ سَبِیۡلِہٖ ؕ ذٰلِکُمۡ وَصّٰکُمۡ بِہٖ لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ ((الانعام:۱۵۳

اور یہ میرا سیدھا راستہ ہے، سو اس کی پیروی کرو» اور مختلف راستوں کی پیروی نہ کرو، وہ تمہیں اللہ کے راستے سے جدا کردیں گے، یہ تاکیدی حکم ہے جو اللہ «تعالی تمہیں کرتے ہیں تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

اس کا حاصل اور خلاصہ یہ ہے کہ قرآن و سنت اور شریعت پر چل پڑو اور دوسرے دینوں، بدعتوں اور خواہشات کے پیچھے نہ جاؤ ورنہ گمراہ ہوجاؤ گے۔

ابن کثیر رحمہ اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ اور مجاھد رحمہ اللہ اور دیگر سَلَف سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالی نے مؤمنوں کو جماعت اور اتفاق کا حکم دیا ہے اور انہیں اختلاف اور جھگڑوں سے منع کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يد الله على الجماعة والشيطان مع من يخالف)) ((ا لجما عة

اللہ تعالی کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے اور شیطان اس کے» «ساتھ ہوتا ہے جو جماعت کی مخالفت کرتا ہے۔

ابوذر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ دو ایک سے بہتر ہوتے ہیں، اور تین دو سے بہتر ہوتے ہیں، اور چار تین سے بہتر ہوتے ہیں، لہذا جماعت کو لازم پکڑو۔ (یعنی (کسی حال میں بھی جماعت سے جدا نہ ہونا

اسی طرح رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں بہتر (۷۲) فرقے بن گئے تھے اور میری امت میں تہتر (۷۳) فرقے بنیں گے جو کہ سب کے سب جہنمی ہوں گے سوائے ایک کے۔ یہ وہ فرقہ ہوگا جو کہ اُس راستے پر گامزن ہوگا جس پر میں اور میرے ساتھی (صحابہ) ہیں۔

عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے ایک بہت ہی مؤثر خطاب فرمایا اور پھر فرمایا:

اوصيكم بتقوي الله والسمع والطاعة وان كا ن عبداً)) حبشياً فانه من يعش بعدي فسيري اختلافاً كثيراً فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين من بعدي تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ واياكم ومحدثات ((الامور فان كل محدثة بدعة وكل بد عة ضلالة

میں تمہیں اللہ تعالی سے ڈرنے کا حکم کرتا ہوں ، اور امیر» کی باتیں سننے اور ماننے کا حکم کرتا ہوں، اگرچہ وہ کوئی حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ کیوں کہ جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت اختلافات دیکھے گا۔ چناں چہ تم پر لازم ہے میری اور میرے ہدایت یافتہ خلافاء راشدین کی سنت۔ اس کو مضبوط پکڑنا اور ڈاڑھ کے دانتوں سے اسے مضبوط پکڑنا۔ نئے کاموں سے اپنے آپ کو بچانا، کیوں کہ ہر نیا کام (دین میں) بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی «ہے۔

:عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

الاقتصاد في السنة خير من الاجتهاد في البدعة

سنت میں میانہ روی بدعت میں بہت محنت کرنے سے» «بہتر ہے۔

یعنی سنت کے مطابق درمیانہ عمل کرنا بہتر ہے بہت زیادہ بدعی عمل سے۔

"اہلِ سنت والجماعت"

شیخ گل محمد حفظہ اللہ



ایوب سختیانی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

ما ازداد صاحب بدعة اجتهاداً الا ازداد من الله عزوجل بُعداً

«بدعتی شخص جتنا عمل میں کوشش کرتا ہے اتنا ہی اللہ تعالی سے دور ہوتا چلاجاتا ہے۔»

ابوالعالیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

عليكم بالامرالاول الذي كانوا عليه قبل ان يفترقوا

«اُس پچھلے طریقے کو لازم پکڑو جس پر وہ اختلاف اور افتراق سے پہلے تھے۔»

اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اصبرنفسک على السنة وقف حيث وقف القوم وقل بما قالوا وکف عماکفوا عنه واسلک سبيل سلفک الصالح فانه يسعک ماوسعهم

«اپنے آپ کو سنتوں پر مضبوط رکھو، اور وہ موقف اختیارکرو جوکہ سَلَف نے اختیارکیا، اور وہی بات کہو جو سَلَف نے کہی، اور رک جاؤ اس کام سے جس سے وہ رک گئے، اور سَلَف صالح کے راستے پرچلو، کیوں کہ تمہارے لیے بھی وہی گنجائش ہے جو ان کے لیے تھی۔»

سفیان ثوری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

لايستقيم قول وعمل ونية الا بموافقة السنة

«سنت کی موافقت کے بغیرکوئی قول و عمل اور نیت صحیح نہ ہوگی۔»

یوسف ابن اسباط رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مجھ سے سفیان رحمہ اللہ نے کہا:

واذابلغک عن رجل بالمشرق انه صاحب سنة ٍفابعث اليه بالسلام

«اور جب تمہیں پتہ چلے کہ مشرق میں کسی شخص کے بارے میں کہ وہ اہلِ سنت میں سے ہے تو اسے سلام بھیجو۔»

واذابلغک عن آخر بالمغرب انه صاحب سنة فابعث اليه بالسلام

«اور جب تمہیں پتہ چلے کہ مغرب میں کسی دوسرے شخص کے بارے میں کہ وہ اہلِ سنت میں سے ہے تو اسے سلام بھیجو۔»

فقد قل اهل السنة والجماعة (کیوں کہ اہلِ سنت بہت کم ہوگئے ہیں)۔

ایوب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب مجھے اہلِ سنت میں سے کسی کی موت کی خبر پہنچتی ہے تو فکانی افقد بعض اعضائی (تو ایسا لگتا ہے کہ جیسے میرے بعضے اعضاء غائب ہوگئے ہوں)۔

ایوب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ کسی جوان یا عجمی کی خوش قسمتی یہ ہے کہ اللہ تعالی اسے اہلِ سنت کے کسی عالم کی صحبت نصیب کریں۔

سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

استوصوا باهل السنة خيراً فانهم غرباء (اہلِ سنت کے ساتھ بہترین سلوک کرو کیوں کہ وہ زمانے میں اجنبی (ہوگئے ہیں)۔

ابوبکرابن عیاش رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

السنة في الاسلام اعز من الاسلام في سائر الاديان

«باقی ادیان کے مقابلے میں اسلام میں سنت بہت عزتمند ہے۔»

یعنی جس طرح اسلام دیگرادیان میں امتیازی شان رکھتا ہے اسی طرح اہلِ سنت اسلامی جماعتوں میں امتیازی شان اور احترام رکھتا ہے۔

جنید بغدادی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

الطرق کلها مسدودة على الخلق الا من اقتفى اثر الرسول واتبع سنته ولزم طريقته فان طرق الخير کلها مفتوحة عليه

«مخلوق پرتمام راستے بند کردیے گئے ہیں سوائے رسول اللہ ﷺ کی سنت کا راستہ، کیوں کہ جو شخص سنت کی تابعداری کرتا ہے اس کے لیے خیر کے تمام راستے کھل جاتے ہیں۔»

حافظ ابن کثیررحمہ اللہ نے بھی بہت عمدہ بات فرمائی ہے:

واماأهل السنة والجماعة فيقولون في کل قول وفعل لم يثبت عن الصحابة هو بدعة

«اہلِ سنت والجماعت ہر اس قول اور فعل کو بدعت کہتے ہیں جو کہ صحابہ سے ثابت نہ ہو۔»

اس کا حاصل یہ ہے کہ اہلِ سنت والجماعت کے عقیدے کی پابندی ضروری ہے، کیوں کہ اس کے بغیرکسی قسم کی بھی کامیابی نہیں حاصل ہوسکتی۔

شرح کتاب الابانة من اصول الديانة ص:١٤ میں کہتے ہیں:

الالتزام على منهج صحيح من اعظم النعم على العبد

«صحیح منہج کا التزام بندے پر اللہ تعالی کی ایک بڑی نعمت ہے۔»

اسی وجہ سے بہت سے سَلَف کہتے ہیں کہ ہمیں نہیں معلوم کہ اللہ تعالی کی ان دونعمتوں میں سے کون سی نعمت بڑی ہے۔ ایک تو یہ کہ اللہ تعالی نے ہمیں اسلام کی نعمت عطاء فرمائی ، اور دوسرا یہ کہ اسلام میں اللہ تعالی نے ہم پرسنت کا احسان کیا۔ (یعنی اہلِ سنت کے موقف پرچلایا)

عمرو بن قیس المُلائی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

اذا رأيت الشاب اول مانيشأ مع اهل السنة والجماعة فارجه

«جب تم کسی جوان کو دیکھو کہ وہ اہلِ سنت کے ساتھ بڑا ہوا تو اس سے خیرکی امید کرو۔»

واذارأيته مع اهل البدع فايئس منه

«اور جب اسے اہلِ بدعت کے ساتھ دیکھو تو اس سے مایوس ہوجاؤ۔»

جاری ہے - - -

اسلوبِ دعوت

حضرت مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ اسلوبِ دعوت میں طریقۂ انبیاء اور اس کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

«دعوت الی اللہ دراصل انبیاء علیہم السلام کا منصب ہے۔ امت کے علماء اس منصب کو ان کا نائب ہونے کی حیثیت سے استعمال کرتے ہیں تو لازم یہ ہے کہ اس کے آداب اور طریقے بھی انہی سے سیکھیں۔ جو دعوت ان طریقوں پر نہ رہے وہ دعوت کے بجائے عداوت اور جنگ و جدال کا موجب ہوجاتی ہے۔ دعوتِ پیغمبرانہ کے اصول میں جو ہدایت قرآن کریم میں حضرت موسیٰ وہارون کے لیے نقل کی گئی ہے:

فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى

یعنی فرعون سےنرم بات کرو شاید وہ سمجھ لے یا ڈرجائے۔ یہ ہرداعیٔ حق کو ہروقت سامنے رکھنا ضروری ہے کہ فرعون جیسا سرکش کافر، جس کی موت بھی علم الٰہی میں کفرہی پرہونے والی تھی، اس کی طرف بھی جب اللہ تعالی اپنے داعی کو بھیجتے ہیں تو نرم گفتاری کی ہدایت کے ساتھ بھیجتے ہیں ، تو آج ہم جن لوگوں کو دعوت دیتے ہیں وہ فرعون سے زیادہ گمراہ نہیں اور ہم میں سے کوئی موسیٰ وہارون علیہما السلام کے برابر ہادی و داعی نہیں تو جو حق اللہ تعالی نے اپنے دونو پیغمبروں کو نہیں دیا کہ مخاطَب سے سخت کلامی کریں اس پرفقرے کسیں اس کی توہین کریں وہ حق ہمیں کہاں سے حاصل ہوگیا؟



خلفائے راشدین کے دور کی فتوحات

شاندار ماضی

عمر عبد الحکیم

خلافتِ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔ آپ کا زمانۂ خلافت دو سال تین مہینے تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات تریسٹھ (٦٣) سال کی عمر میں تیرہ ہجری (١٣ھ) جمادی الاخریٰ میں ہوئی۔

آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی مختصر مدتِ خلافت میں نامساعد حالات کے باوجود بعض ایسے اہم فیصلے فرمائے کہ جن کی بدولت اللہ عزوجل نے اسلام اور مسلمانوں کو عزت دی اور وہ جرئت مندانہ فیصلے آئندہ آنے والے دور میں بڑی بڑی فتوحات کا پیش خیمہ بھی ثابت ہوئے:

- رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد پیدا ہونے والے مرتدین کے خلاف ناسازگار حالات کے باوجود آپ رضی اللہ عنہ نے جہاد شروع کیا اور مرتدین کی جماعت پر غلبہ حاصل کیا۔
- اسامہ رضی اللہ عنہ کا وہ لشکر جو کہ رسول اللہ ﷺ نے روم اور شام کی فتح کے لیے مقرر کیا تھا، آپ رضی اللہ عنہ نے کمزور حالات کے باوجود اس کو روانہ فرمایا۔



جب مرتدین کا فتنہ اپنا دم توڑ گیا اور جزیرۃ العرب میں اسلام عام ہوگیا تو آپ نبوی سیاست کے مطابق اسلام کو جزیرۃ العرب سے باہر پھیلانے کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ نے مجاہدین کو دو جماعتوں میں تقسیم کردیا۔ ایک جماعت کو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں عراق کی طرف روانہ کیا اور دوسری جماعت کو عبیدۃ بن الجراح رضی اللہ عنہ کی قیادت میں شام کی طرف روانہ فرمایا۔

جب عراق کا جنوبی حصہ فتح ہوگیا تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو آدھے عراقی لشکر کے ساتھ شامی لشکر کی مدد کی خاطر شام جانے کا حکم دیا۔ اس طرح سن ١٣ ھ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات سے چند دن قبل شام کی یہ مقدس زمین فتح ہوکر اسلامی خلافت کا حصہ بنی۔

خلافتِ سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت سن ١٣ ھ سے سن ٢٣ ھ تک دس سال تین مہینے اکیس دن رہی۔

آپ کے دورِ خلافت میں معاویہ رضی اللہ عنہ نے رومیوں پر لشکر کشی کی اور موجودہ ترکی کے درمیان تک کے علاقے کو فتح کرلیا۔ الجزائر، ارمینیہ اور آذربائی جان فتح کرلیے گئے۔ مجاہدین عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ کی قیادت میں بحرِ قزوین تک پہنچ گئے۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مصر فتح ہوا اور مجاہدین اسلام لیبیہ کے ساحلی علاقے طرابلس تک پہنچ گئے۔

عراق میں لشکرِ اسلام کی قیادت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھی۔ اللہ تعالی نے انہیں عراق کے باقی ماندہ علاقے کی فتح نصیب کری۔ خراسان اور ایران کے ایک حصے کی فتح کے بعد فتوحات کا یہ سلسلہ جنوب کی طرف بڑھا ، اور بلوچستان میں مکران سے ہوتا ہوا سندھ کی سرحدات تک پہنچا۔

خلافتِ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت بارہ سال سن ٢٣ ھ سے سن ٣٥ ھ تک قائم رہی۔

آپ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں خراسان، ارمینیہ اور آذربائی جان بغاوتوں کے بعد پھر سے فتح کیے گئے۔ ایران کی فتح مکمل ہوئی اور سلطنتِ فارس کا مکمل خاتمہ ہوا۔ یرموک کے تاریخی معرکے کے بعد بلادِ شام میں سے چند علاقے باقی بچے تھے جو کہ معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ کی قیادت میں فتح کرلیے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں سن ١٨ ھ میں ان کے بھائی زید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی وفات کے بعد شام کا والی مقرر کیا تھا۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے رومیوں کے خلاف جہاد کا ایک مستقل نظام بنایا ، جس کی وجہ سے رومیوں سے مسلسل جہاد جاری رہا، حتی کہ سن ٢٧ ھ میں آپ رضی اللہ عنہ نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا ۔ «عکا» شہر میں کشتیاں اور سمندری جہاز بنانے کا ایک کارخانہ بنایا ، جس میں پہلا اسلامی سمندری بیڑا تیار کیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی فتوحات میں سے سب سے پہلی رومیوں کے اہم جزیرے «قبرص» اور «ارواد» کی فتح ہے۔ جس کے ذریعے بحرِ متوسط کا شرقی حصہ اسلامی سلطنت کے حصے میں آیا۔

مصر میں عثمان رضی اللہ عنہ نے عبد اللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی جگہ والی مقرر کیا۔ ان کی قیادت میں براعظم افریقہ میں فتوحات کا سلسلہ جاری رہا اور مسلمان رومیوں کے لشکر پر غالب آگئے۔ جس کے ذریعے یورپ کی فتوحات کے دروازے کھلے۔

خلافتِ سیدنا علی رضی اللہ عنہ:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں فتوحات کا سلسلہ موقوف رہا، سوائے سند کے محاذ کے۔ اس توقف کی بنیادی وجہ وہ جنگیں تھیں جو کہ منافقین کی سازشوں کی وجہ سے آپس میں مسلمانوں کے درمیان شروع ہوگئی تھیں۔

نیشنل ازم
NATIONALISM
عفان صدیقی





وَ اِنَّ ہٰذِہٖۤ اُمَّتُکُمۡ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً (اور یقینا! حقیقت میں تم لوگ (ایک ہی امت ہو

نیشنل ازم کی تعریف

نیشنل ازم « انگریزی کے دو لفظوں «نیشنل» اور» ازم» سے» مرکب ہے۔ «نیشنل « کا مطلب ہے قوم اور»ازم» کے معنی نظریہ، نظام یا تحریک کے ہیں۔ اس بنیاد پر نیشنل ازم کا معنی «قومی نظریہ» یا «قومی نظام» یا « قومی تحریک « ہوا۔
دنیا میں «نیشنل ازم» ان تینوں معنوں میں مستعمل ہے۔ یہ قوم پرستی کی بنیاد پر بنا ایک نظریہ بھی ہے،اور قومیت کي بنیاد پرکھڑا ایک نظام اور تحریک بھی۔

اسلامی دنیا میں نیشنل ازم کی تاریخ

جب غرب نے اسلامی دنیا کو تسخیر کرنا چاہا تو اس کے لیے بہت سے راستے اختیار کیے اور بہت سی کوششیں کیں۔ سب سے پہلے صلیبی جنگیں تھیں۔ اس کے بعد استعماری جنگیں شروع ہوئیں، پھر تنصیر یعنی نصرانیت کے فروغ اور اس کی تبلیغ کا دور آیا۔ اس کے بعد تغریب جسے انگریزی میں «ویسٹرنائزیشن» کہتے ہیں یعنی اسلامی دنیا کو مغربی کرنے کوششیں ہوئیں۔ لیکن ان سب کوششوں کے ذریعے اسلامی دنیا کو تسخیر نہ کیا جاسکا۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ اسلامی دنیا میں بعض ایسے اسباب اور مدافع موجود تھے کہ جن کی موجودگی میں بیرونی تسلط اسلامی دنیا میں پاؤں نہیں جما سکتا تھا۔
مثلا جب بھی انگریز نے کسی اسلامی خطے میں لشکر کشی کر کے اپنا تسلط قائم کرنے کی کوشش کی ، مثلا افریقہ پر لشکر کشی کی تو خراسان سے کوئی اس کے خلاف لڑنے اور جہاد کے لیے روانہ ہوگیا۔ کوئی اگر کہتا کہ جنگ تو افریقہ میں جاری ہے اور تم خراسان سے یہاں اس میں شامل ہونے کے لیے کیوں آگئے تو وہ جواب دیتا کہ اللہ عزوجل فرماتے ہیں:
وَاِنِ اسۡتَنۡصَرُوۡكُمۡ فِى الدِّيۡنِ فَعَلَيۡكُمُ النَّصۡرُ
یعنی اگر تمھارے مسلمان بھائی تم سے دین کی خاطر نصرت طلب کریں تو تم پر لازم ہے کہ ان کی نصرت کے لیے پہنچو۔ مجھے اللہ نے حکم دیا ہے کہ میں ان کی نصرت کروں ۔
اسی اساس پر موجودہ دور میں ہم نے دیکھا کہ دنیا کے کونے کونے سے لوگوں نے اپنے گھر بار و بیوی بچے اور اپنی عیش و عشرت کی زندگی چھوڑ کر افغانستان و قبائل کے سنگلاخ پہاڑوں اور ریگستانوں کی طرف جہاد کی غرض سے ہجرتیں کیں۔ شام کے جہاد میں شرکت کے لیے ہزارہا لوگوں نے اپنے دور دراز علاقوں سے ہجرتیں کیں۔وجہ اس کی یہ تھی کہ یہ امت حقیقت میں ایک امت ہے، اور ان ہجرت کرنے والوں نے اس بات کو سمجھ لیا تھا کہ یہ امت ایک امت ہے ۔
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تعلق جزیرہ عرب سے تھا ۔ وہ لوگ وہاں سے نکلے، بعضے ترکی میں شہید ہوئے جیسا کہ ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر ترکی میں ہے۔ بعض افغانستان میں اور ماوراء النہر کے علاقوں میں شہید ہوئے، حتی کہ نبی ﷺ کے چچا کے بیٹے قصم ابن عباس رضی اللہ عنہ کی قبر ازبکستان (بخارا) میں ہے۔
سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ لوگ یہاں کیوں آئے یا یہاں سے لوگ افریقہ اور دیگر علاقوں میں جہاد کی غرض سے کیوں جاتے تھے؟ کیوں کہ یہ امت حقیقت میں ایک امت تھی اور ایک امت ہے، جس کی وجہ سے اس امت پر جہاں سے بھی حملہ ہوجاتا تو ہر جگہ سے مسلمان یا تو ان کی مدد کے لیے پہنچتے یا ان کے لیے مالی امداد بھیجتے یا ان کے لیے اجتماعات میں دعائیں ہوتیں۔ اس کا سب سے بڑا عامل وحدتِ امت تھا۔

نیشنل ازم ایک مثلث کا رکن



نیشنل ازم ایک خاص مثلث کے تین ارکان میں سے ایک ہے۔ اس کے باقی دو ارکان سیکولرازم اور ڈیموکریسی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک دوسرے کا متمم بھی ہے، نتیجہ بھی اور مقدمہ بھی۔ یعنی نیشنل ازم سیکولرازم کے لیے مقدمہ بھی ہے اور نتیجہ و متمم بھی۔ اسی طرسیکولرازم ڈیموکریسی کے لیے مقدمہ بھی ہے اور متمم و نتیجہ بھی۔ اسی طرح ڈیموکریسی نیشنل ازم کے لیے مقدمہ بھی ہے اور متمم ونتیجہ بھی اور اسی طرح برعکس۔ آسان الفاظ میں اس طرح سمجھیں کہ یہ تینوں ایک دوسرے کے لیے معاون و مددگار کی حیثیت رکھتے ہیں اور ہر ایک اپنے کامل وجود کے لیے دوسرے کا محتاج ہے۔

یہ اسلامی مثلث کے مقابل میں بنایا گیا ہے



یہ طاغوتی مثلث ، اسلامی مثلث کے مقابلے میں بنایا گیا ہے۔ اسلامی مثلث کا ایک رکن «خلافت « ، دوسرا «شریعت» اور تیسرا» وحدتِ امت» ہے۔ یہ تینوں بھی ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں ۔ ہر ایک دوسرے کے لیے مقدمہ بھی ہے اور نتیجہ بھی۔
یعنی وحدتِ امت خلافت کی صورت میں آتی ہے، اور خلافت اس وقت آتی ہے کہ جب امت ایک ہو اور خلیفہ اس وقت آتا اور امت اس وقت ایک ہوتی ہے کہ جب امت شریعت کو قبول کرتی ہے، اور شریعت اس وقت نافذ ہوتی ہے کہ جب خلیفہ موجود ہوتا ہے، اور خلیفہ اس وقت امت کو متحد کرپاتا ہے کہ جب شریعت نافذ کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہے۔
خلافت کے دور میں ان تینوں عناصر نے امت کو بہت قوی رکھا ہوا تھا، حتی کہ ۱٤۰۰ سال دشمن اس کوشش میں لگا رہا کہ امت کو ٹکڑے ٹکڑے کرے لیکن یہ تین چیزیں تھیں جنہوں نے امت کو تسخیر ہونے اور ٹکڑے ٹکڑے ہونے سے روکے رکھا۔ خلیفہ موجود تھا ، جب وہ حکم کرتا کہ جہاد کے لیے نکلو تو جہاد فرض ہوجاتا اور لوگ جہاد کے لیے نکلتے۔ یا کبھی مسلمانوں کے ایک علاقے میں کوئی پریشانی آجاتی ، مثلا قحط سالی آجاتی تو خلیفہ حکم کرتا تو کسی دوسرے آباد علاقے سے امداد کی جاتی اور قحط پر قابو پایا جاتا۔چناں چہ اس طرح خلیفہ امت کو متحد رکھتا۔ دشمن نے اول تو یہ چاہا کہ اسلام اور شریعت کو ختم کردے لیکن یہ کام وہ اس لیے نہیں کرسکتا تھا کیوں کہ خلیفہ موجود تھا اور اس کے ساتھ امت کھڑی تھی، خلیفہ امت کو حکم کرتا تو وہ اپنی شریعت کی حفاظت کرتی، شریعت اس لیے قائم تھی کیوں کہ امت اس کا دفاع کرتی تھی، امت اس لیے قائم تھی کیوں کہ شریعت اس کو وحدت کا حکم دیتی تھی اور اختلاف و انتشار سے منع کرتی تھی:
(وَلَا تَنَازَعُوۡا فَتَفۡشَلُوۡا وَتَذۡهَبَ رِيۡحُكُمۡ (الانفال:٤٦
دشمن نے امت کو تسخیر کرنے کے لیے اس کی قوت کے راز اور اس کے معنوی عوامل پر غور شروع کیا کہ مسلمانوں کی معنوی قوت کس چیز میں ہے اور ان کی معنوی قوت کا سرچشمہ کیا ہے۔ اس سرچشمے کا ایک دفعہ کھوج لگا کر اسے ایک دفعہ بند کردیا جائے تو اس کے خشک ہونے سے یہ امت خود بخود خشک ہوجائے گی۔بہت سی تحقیقات و سوچ بچار، کوششوں اور مطالعوں اور مسلمانوں کے ساتھ وقت گزارنے کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ یہ تین چیزیں (خلافت، شریعت، وحدتِ امت) ایسی ہیں کہ جب تک یہ مسلمانوں میں موجود ہیں یہ امت اسی طرح مضبوط رہے گی۔
لیکن پھر ان تین کو ختم کرنے کے بعد ان کی جگہ ان کا کوئی نعم البدل بھی ضروری تھا۔ ورنہ لوگ پھر سے اس کو اپنانا شروع کردیں گے۔ چناں چہ انہوں نے ان تین چیزوں کے تین نعم البدل ایجاد کیے
خلافت» اسلام کا سیاسی نظام ہے ، اس کی جگہ » - ایک دوسرا سیاسی نظام «ڈیموکریسی» کے نام سے متعارَف کروایا گیا۔

وحدتِ امت» مسلمانوں کا ایک اجتماعی نظام تھا»

اس کے مقابلے میں اور اس کی جگہ نیشنل ازم کی شکل میں ایک اجتماعی نظام مسلمانوں میں متعارَف کروایا گیا۔
شریعت» اسلام کا اور مسلمانوں کا ایک قانونی نظام» - ہے، اس قانونی نظام کے مقابلے میں اور اس کو ختم کرکے اس کی جگہ کو پُر کرنے کے لیے سیکولرازم کو ایک قانونی نظام اور ایک نئی شریعت کی حیثیت سے مسلمانوں میں متعارَف کروایا گیا ۔
خلاصہ کلام یہ ہوا کہ اسلامی اور شرعی مثلث(خلافت، شریعت، وحدتِ امت) کی جگہ غیر شرعی کفری مثلث (ڈیموکریسی، سیکولرازم، نیشنل ازم) آگیا جس نے اسے گرا کر اس کی جگہ لے لی۔نیشنل ازم نے وحدتِ امت کی جگہ لے لی، ڈیموکریسی نے خلافت کی جگہ لے لی اور سیکولرازم نے شریعت کی جگہ لے لی۔
ہم انشاء اللہ ڈیموکریسی اور سیکولرازم کے بارے میں آئندہ لکھیں گے۔ فی الحال ہمارا مطمع نظر نیشنل ازم ہے۔

نیشنل ازم کی دو جوانب

ہم نیشنل ازم کی دو جوانب پر بات کریں گے:
۱ ۔ ایک جانب تو اس کی معنوی اور دینی جانب ہے کہ آیا یہ جائز ہے یا ناجائز، حلال ہے یا حرام اور اسلام میں اس کا کیا حکم ہے، آیا اسلام میں اس کی کوئی گنجائش ہے یا نہیں۔
۲ ۔ دوسری جانب سیاسی ہے کہ معاشرے میں اس کے کیا اثرات ہیں۔
ہم پہلے اس کی سیاسی جانب پر بحث کریں گے پھر اس کے بعد اس کی دینی جانب اور شرعی حکم کے بارے میں جانیں گے۔

(جاری ہے ۔ ۔ ۔)



آج کل آزادی کا نعرہ اتنا عام ہو چکا ہے کہ ہر عام وخاص کی زبان پر جاری ہے، سیاسی پارٹیاں ہوں یا برائے نام مذہبی لوگ، میڈیا ہو یا بین الاقوامی برادری، عوام ہوں یا حکمران، مرد ہوں کہ عورتیں، سب ایک ہی آواز بلند کیے ہوئے ہیں: آزادی آزادی آزادی۔

آج کل آزادی کا نعرہ جتنا عام ہے شاید ہی کوئی اور نعرہ اتنا عام ہو۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہر کتاب، ہر کالم، ہر کانفرنس، ہر قوم ونسل کے یہاں ایک ہی بات کہی جاتی ہے کہ "ہم آزاد ہیں"، "ہماری آزادی کوئی نہیں چھین سکتا"، "آزادی انسان کا بنیادی حق ہے" ۔ یوں ہر کسی نے لفظِ آزادی کو اپنے مقاصد تک پہنچنے کے لیے ایک ذریعہ بنا رکھا ہے، اگر کسی کو اپنا مقصد حاصل کرنا ہو تو اسے آزادی کے لفظ سے بڑھ کر کسی اور وسیلے کی ضرورت نہیں۔

جنرل ضیاء الحق کے دورِ حکومت میں تو خواتین نے حد ہی کر دی کہ اپنے لباس سے بھی آزاد ہو کر اپنے خود ساختہ حقوق کے لیے سینکڑوں کی تعداد میں سڑکوں پر اُتر آئیں، کہ ضیاء الحق کون ہوتا ہے جو ہم پر پردہ کرنا لازم کرے، چادر و برقعہ کو تو چھوڑئیے ہم مکمل لباس سے بے نیاز ہونا چاہتی ہیں۔

لوگ چونکہ آزادی کے لفظ سے اتنے مانوس بلکہ اس پر اسے فریفتہ ہو چکے ہیں کہ انہیں آزادی کا لفظ چاہیے مفہوم نہیں، اس لیے جمہوری سیاست کے ماہر لوگوں کو آزادی کے خوش نما نعروں کے ذریعے ورغلا کر اپنا غلام بنالیتے ہیں اور لوگوں کو احساس تک نہیں ہوتا۔ آزادی کے خوش نما نعرے کی وجہ سے آج ملکوں کے ملک تباہ کیے جا رہے ہیں، آزادی سلب ہونے کے نام پر بہت سے ممالک کے خلاف اقوامِ عالم نے جنگ شروع کر رکھی ہے، جس میں لاکھوں انسان لقمۂ اجل بن رہے ہیں، مگر پوری دنیا کے عوام خاموش ہیں کیونکہ انہیں بچوں کی طرح خوش رکھنے کے لیے "آزادی" کا لالی پوپ دے کر مصروف کیا جا چکا ہے، انہیں یہ باور کرایا گیا ہے کہ جن لوگوں کو ہم مل کر مار رہے ہیں وہ تمہاری آزادی کو سلب کرنے والے ہیں، انہوں نے تم سے تمہاری آزادی چھیننے کی کوشش کی ہے، یہ انسان نما درندے ہیں۔ حقوقِ نسواں کے علمبردار تو عورتوں کی آزادی سلب کرنے کا اتنا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں، اور وہ بھونڈا راگ الاپتے ہیں کہ میڈیا کو دیکھنے اور سننے والا یہ گمان کرتا ہے کہ گویا پوری دنیا نے عورتوں کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑ رکھا ہے، ان پر ہر طرح کی پابندی ہے، ان کے تمام حقوق سلب ہیں۔

چونکہ لوگ آزادی وحریت کی حقیقت سے ناواقف ہیں اس لیے استبدادی حکمرانوں سے آزادی حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ حقیقی حکمران (اللہ رب العزت) سے بھی آزاد ہوگئے ہیں، خوفِ خدا لوگوں سے ختم اور دینداری ناپید ہو چکی ہے، اس لیے عموماً لوگوں نے اللہ تعالی کی طرف سے عائد پابندیوں کی دھجیاں اڑا دی ہیں، اللہ تعالی کی طرف سے عطا کردہ آزادی کو ناکافی سمجھتے ہوئے تمام دنیا کے وسائل کو سمیٹنا اپنا حق سمجھ لیا ہے، اسی وجہ سے تو اصحابِ اقتدار دوسروں کے حقوق غصب اور پامال کرنے کے باوجود خود کو پیکرِ اخلاق سمجھتے ہیں۔

لوگوں کو اس بارے میں غلطی یہاں سے لگی کہ انہوں نے انسان کو حق و نا حق دونوں سے آزاد سمجھا، حالانکہ انسان حق کا پابند اور ناحق سے آزاد ہے، اہلِ ایمان حق کی غلامی اپنے لیے باعثِ فخر سمجھتے ہیں، وہ اس غلامی پر اُن لاکھوں کروڑں آزادیوں کو قربان کرنے کے لیے تیار ہیں جن کی وجہ سے یہ غلامی اُن کے ہاتھ سے جاتی ہو۔

معزز قارئین! انسان کو یقیناً آزادی حاصل ہے، مگر ایک وہ آزادی ہے جو انسانوں کو جمہوریت دیتی ہے، اور ایک وہ آزادی ہے جو اللہ رب العزت کی طرف سے عطا کردہ ہے، ان دو قسموں کی آزادی میں بہت بڑا فرق ہے، مگر مذکورہ بالا دونوں قسموں میں ایک بات مشترک ہے کہ انسانوں کو جو آزادی حاصل ہے وہ مطلق نہیں، بلکہ ان پر جا بجا پابندیاں بھی ہیں۔

اللہ تعالی کی طرف سے مطلق آزادی کا نہ ملنا تو واضح ہے مگر جمہوریت میں آزادی کا مطلق نہ ہونا شاید بعض لوگوں کو سمجھ میں نہ آئے، اس لیے اس کی وضاحت ضروری ہے۔

جمہوریت جو آزادی انسان کو دیتی ہے وہ ہمہ جہت نہیں، بلکہ بعض جہات سے آزادی اپنانا اس میں بھی ممنوع ہے، اس لیے کوئی شخص آزادی کا سہارا لیکر اُن اقوال و افعال کو بجا نہیں لا سکتا جن کی اجازت جمہوری حکومت نے نہ دی ہو، مثلاً موجودہ جمہوری سسٹم میں ہر ملک کا شہری اپنے ملک میں آزاد ہے جہاں جانا چاہے جا سکتا ہے، مگر اس کے ساتھ ساتھ اس پر یہ پابندی بھی ہے کہ بدونِ پاسپورٹ و ویزہ کے وہ کسی اور ملک نہیں جا سکتا، اب ایک پاکستانی شہری آزادی کا سہارا لے کر امریکہ بدونِ پاسپورٹ و ویزہ نہیں جا سکتا، اگر کسی بے وقوف نے ایسا کیا تو وہ شخص دونوں ملکوں کے جمہوری نظام میں مجرم تصور ہوگا، اسے قید وبند کے ساتھ ساتھ مالی جرمانے کی ادائیگی کا مکلف بھی بنایا جا سکتا ہے۔

آج کل یہ تصور پیش کیا جاتا ہے کہ انسانیت کو حقیقی آزادی جمہوریت کی طرف سے عطا کردہ ہے، اسی بناء پر لفظِ « آزادی» کے ساتھ لفظِ «جمہوریت» لازمی طور پر مفہوم ہوتا ہے، گویا کہ یہ دونوں لازم ملزوم ہیں، اور یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ جو لوگ آزادی پسند ہیں انہیں چاہئے کہ وہ جمہوریت کی آواز بلند کریں، جمہوریت کے بغیر انہیں آزادی نہیں مل سکتی، لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات بٹھائی گئی ہے کہ جمہوریت ہی ان کی آزادی کی ضامن ہے، جمہوریت ہی میں ان کے حقوق کا تحفظ ہے۔ اسی طرح لوگوں کی ذہنیت ایسی بنائی جا رہی کہ جو لوگ جمہوریت کے دشمن ہیں وہ انسانیت کے دشمن ہیں، وہ انسانوں کی آزادی کے دشمن ہیں، وہ انسانوں کی ترقی کے دشمن ہیں، وہ انسانوں کو غلامی کی زنجیروں میں باندھنا چاہتے ہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک غلط تصور ہے، جو عوام الناس کی آزادیٔ تفکر کو سلب کر کے ذہن نشین کرایا جا رہا ہے۔

اگر ان کا پیش کردہ تصور غلط نہیں تو ان لوگوں سے میرا سوال یہ ہے کہ جن ممالک میں جمہوریت عروج پر ہے کیا وہاں انسان لا تعداد پابندیوں میں جکڑے ہوئے نہیں؟! کیا انسانوں کو وہ تمام آزادیاں حاصل ہیں جنہیں ایک مہذب آزاد شخص حاصل کرنا چاہتا ہے؟!

کیا ان جمہوری ممالک میں جنسی آزادی کے نام پر انسانوں کی عزت کے ساتھ نہیں کھیلا جا رہا ہے؟!

کیا ان جمہوری ممالک میں تبدیلیٔ مذہب کے نام پر تمام ادیان کی توہین نہیں ہو رہی؟!

کیا ان جمہوری ممالک میں آزادیٔ اظہارِ رائے کے نام پر مقدس وبرگزیدہ شخصیات کے بارے میں توہین آمیز مقالے وبیانات نشر نہیں ہوتے؟!

ہاں! ان ممالک میں لوگوں کو ایک مخصوص شکل میں آزادی بھی حاصل ہے، جس میں انفرادی طور پر مذہبی رسومات وعبادات کی ادائیگی کی آزادی بھی شامل ہے، مگر درحقیقت یہ آزادی بھی بہت سی پابندیوں میں جکڑی ہوئی ہے۔

معزز قارئین! اسلام میں بھی انسان کو آزادی حاصل ہے، مگر وہ آزادی کُلّی نہیں کہ وہ مادر پدر آزاد ہو کر جو کرنا چاہے کرے، جو بولنا چاہے بولے، جو سوچنا چاہے سوچے، بلکہ ایک مخصوص دائرے (مباحات) میں اسے آزادی حاصل ہے، اسی دائرے میں رہتے ہوئے وہ بہت سے کاموں کو انجام دینے اور چھوڑنے میں خود مختار ہے، اپنے یا دوسروں کے فوائد کو دیکھتے ہوئے اُمورِ مباحہ کو کر بھی سکتا ہے اور ترک بھی کر سکتا ہے۔

مگر مباح امور کی تعیین بھی انسان کے سپرد نہیں، بلکہ خالقِ کائنات نے انسانوں کی ضروریات و حوائج اور انسانی طبائع کو دیکھتے ہوئے خود ہی اس کی تعیین کر دی ہے، چونکہ اللہ تعالی انسانوں کی طبیعت سے بخوبی واقف ہیں اس لیے بعض افعال واقوال کو بجا لانا لازمی قرار دیا، بعض افعال واقوال کو انجام دینے کی ترغیب دی، بعض افعال واقوال پر سخت پابندی لگا دی، بعض افعال واقوال کو چھوڑنے کی ترغیب دی، اور بعض افعال واقوال کو انسانوں کی خواہش پر چھوڑا، وہ چاہیں تو کریں اور نہ چاہیں تو چھوڑ دیں۔

لہذا اسلام میں انسان آزاد ہونے کے ساتھ ساتھ پابند بھی ہے، اور یہ آزادی وپابندی تمام انسانیت کے فائدے کی



آزادی

عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ

خاطر ہے، اور فائدہ بھی ایسا جو ظنّی نہیں، بلکہ علیم بذات الصدور ذات کی جانب سے یقینی ہے، ایسا فائدہ جس کا نظریاتی لحاظ سے (دلائل کی بنیاد پر) کوئی بھی شخص انکار نہیں کرسکتا۔

خلاصۃً ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسلامی آزادی اور جمہوری آزادی میں کئی لحاظ سے فرق ہے، مثلاً جمہوریت میں انسانوں کو آزادی دینے والے انسان ہوتے ہیں جو اپنی خواہشات کی تابعداری میں انسانوں کے لیے قانون سازی کرتے ہوئے بزعمِ خویش مصالح کو دیکھتے ہوئے بعض مواقع میں آزادی دیتے ہیں، اور بعض مواقع میں مفاسد کو دیکھتے ہوئے پابندی عائد کرتے ہیں، جبکہ اسلام میں انسانوں کو جو آزادی حاصل ہے وہ اللہ رب العزت کی طرف سے ہے، اور اسی طرح پابندی بھی۔ اب آپ خود ہی اندازہ لگائیں کہ انسان جو خود غرض ہونے کے ساتھ ساتھ خطا کا پتلا بھی ہے وہ مصالح ومفاسد کو زیادہ جانتا ہے یا وہ اللہ رب العزت جو تمام نقائص سے پاک اور انسانوں کے احوال سے بخوبی آگاہ ہیں، یقیناً ایک مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ تمام انسانوں کا علم اللہ رب العزت کے علم کے مقابلے میں قطرہ بمقابلہ سمندر سے بھی کم ہے۔

جمہوریت جو آزادی انسان کو دیتی ہے اس میں یہ بھی امکان ہے کہ وہ درست ہو، لیکن زیادہ قرینِ قیاس یہی ہے کہ اس آزادی کو دینے میں جمہوری لوگوں نے غلطی کی ہو، ظلم میں واقع ہوگئے ہوں، ان سے کمی کوتاہی ہوئی ہو، مصالح کی طرف جھکاؤ کی بنا پر آزادی دے دی ہو اور دوسری جانب مفاسد کی طرف دھیان نہ گیا ہو، جبکہ مذکورہ بالا غلطیوں کا امکان اللہ رب العزت کے حق میں نہیں، کیونکہ اللہ تعالی ہر عیب سے پاک ہیں۔

جمہوریت جو آزادی انسان کو دیتی ہے اس میں امکان ہے کہ شر کو خیر سمجھتے ہوئے آزادی دی گئی ہو، مگر اللہ تعالی کے بارے میں اس کا گمان بھی درست نہیں۔ بارہا اس کا مشاہدہ ہوا ہے کہ جمہوریت میں بعض امور کو مباح قرار دے کر اس میں انسانوں کو آزادی دی گئی، مگر کچھ عرصے میں اس کے مفاسد کو دیکھتے ہوئے پھر اس پر پابندی عائد کردی گئی، جبکہ احکامِ الہی دائمی ہوا کرتے ہیں۔

جمہوریت جو آزادی انسان کو دیتی ہے اس کی وجہ سے انسان عموماً غلط کاموں میں لگ جاتا ہے، دوسروں سے ناجائز استفادے کی کوشش میں رہتا ہے، جس کی بنا پر حرام خوری وظلم وزیادتی کا لا متناہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، جس سے معاشرے میں بگاڑ کا آنا لازمی بات ہے، جبکہ اسلام کی طرف سے عطا کردہ آزادی کی وجہ سے انسان مذکورہ بالا خرابیوں میں مبتلا ہونے کی بجائے محاسن کی طرف راغب ہوتا ہے، اس میں نیکی کا رجحان پیدا ہوتا اور لوگوں کے ساتھ بھلائی کرنے کا جذبہ اُبھرتا ہے۔

جمہوریت جو آزادی انسان کو دیتی ہے اُس میں بھی اِس بات کا تاثر دینے کی کوشش کی جاتی ہے کہ یہ بھی اربابِ اقتدار کی مہربانی ہے کہ عوام کو اس قدر آزادی دی گئی ہے، اگر اربابِ اقتدار چاہیں تو ان کی یہ آزادی سلب کرسکتے ہیں، مگر انہوں نے احسان کرتے ہوئے عوام کو آزاد چھوڑا ہوا ہے، جبکہ اسلام کی طرف سے دی گئی آزادی میں کسی انسان کو دوسرے انسان کا احسان مند نہیں ہونا پڑتا، بلکہ اسے اللہ تعالی کی جانب سے عطیہ سمجھتے ہوئے اسے غیر اللہ کی جانب سے اس کے سلب ہوجانے کا خوف بھی نہیں ہوتا۔

جمہوریت میں آزادی کے عنوان سے انسان کو انسان کا غلام بنایا جاتا ہے، جس میں یہ عین ممکن ہے کہ جس کا غلام بنایا جا رہا ہے وہ اُس شخص سے کم حیثیت وکم مرتبہ ہو، (یعنی غلام کا آقا سے بہتر ہونا ممکن ہے) جبکہ اسلام میں آزادی وپابندی کے عنوان کے تحت انسان (مخلوق) کو اللہ تعالی (خالق) کا غلام بنایا جاتا ہے، جس میں مذکورہ بالا خرابی کا امکان ہی نہیں، کیونکہ خالق کا مخلوق سے افضل وبرتر ہونا عقلاً وشرعاً ثابت ہے۔

رہی یہ بات کہ انتہاءً بات ایک ہی ہے کہ انسان کو غلام بنایا گیا ہے، لیکن اگر غور کیا جائے تو یہ بات بخوبی واضح ہے کہ انسان کی تخلیق عبودیت وتدین پر ہے، انسان لامحالہ کسی نہ کسی کی غلامی میں آئے گا، اس سے اس کو خلاصی نہیں مل سکتی، اگر خالق کے سامنے عاجزی وانکساری نہیں کرے گا تو لازماً مخلوق کے سامنے اسے ذلیل ہونا پڑے گا۔ لیکن اگر دیکھا جائے تو مخلوق (انسان) کی غلامی اور خالق کی غلامی میں زمین وآسمان کا فرق ہے، اللہ رب العزت کی بندگی اختیار کرنا، اس کی عبادت میں منہمک ہونا، اس کی غلامی کا طوق گلے میں ڈالنا انسان کے لیے باعثِ فخر ہے، اسی میں انسان کی عظمت وشرافت ہے، جبکہ غیر اللہ کی غلامی کرنا انسانیت کے لیے باعثِ شرمندگی ہے، توہین ہے، تذلیل ہے۔

اگر انتہائی گہرائی کے ساتھ غور وخوض کیا جائے تو یہ حقیقت آشکارا ہونے میں دیر نہیں لگے گی کہ خالق کی عبودیت اختیار کرنا درحقیقت لا تعداد آلہہ کی غلامی سے نجات کا بہترین ذریعہ ووسیلہ ہے، جو شخص حقیقی طور پر اللہ تعالی کے سامنے سرِتسلیم خم کرلے تو پھر اسے اللہ کے سوا دنیا کی کوئی طاقت اپنے سامنے سر جھکانے پر مجبور نہیں کرسکتی، اس شخص کا سر غیر اللہ کے سامنے ہمیشہ اونچا ہی رہے گا، اسے غیر اللہ کے سامنے نگاہیں نیچے رکھنے کی بجائے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے میں مزا آئے گا، وہ سخت سے سخت حالات میں بھی غیر اللہ سے مرعوب ہونے کی بجائے ان کے لیے دردِ سر بنا رہے گا، اسے دنیا میں ظاہری شکست کھاتے ہوئے بھی حقیقی فتح (اخروی کامیابی) کا احساس ہوگا۔

قارئینِ کرام! زرا غور کریں کہ کونسی آزادی بہتر ہے؟ وہ آزادی جو جمہوریت کی مرہونِ منت ہے (جس میں لا تعداد خرابیاں ہیں) یا وہ آزادی جو اللہ رب العزت کی طرف سے بندے کو حاصل ہے؟ (جس میں خوبی ہی خوبی ہے)

ایک ہے سیاسی آزادی، جس کا جشن اہلیانِ پاکستان ہر سال اگست میں بڑے جوش وخروش سے ادا کرتے ہیں، چونکہ چودہ اگست وہ دن ہے جس میں برطانوی سامراج سے آزادی کا ڈھونگ رچایا گیا۔ آزادی اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے، مگر افسوس! اکثر لوگ آزادی کے صرف خوشنما لفظ سے واقف ہیں، اس کی حقیقت اور قیمت نہیں جانتے۔ وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ آزادی کیا ہوتی ہے؟ نئی نسل آزادی کے یہ معنی جانتی ہے کہ موٹر سائیکل سے سائلنسر نکال کر خود سمیت دوسروں کو اذیت میں مبتلا کریں، پاکستانی پرچم کا نقش اپنے چہرے پر بنا کر بھوت کی شکل اختیار کریں، کپڑوں پر رنگا رنگ بیجز لگا کر تاجروں کی کمائی میں اضافہ کریں، دُکان، گاڑی اور مکان سبز ہلالی پریروں سے سجا کر فضول خرچی کریں، ایک رنگ اور ایک طرز کے نئے لباس بنوا کر پکنک کے نام پر فحاشی وعریانی کا سیلابِ بد تمیزی برپا کریں، جناح کے مزار پر جا کر خواتین کی عصمت دری کے ریکارڈ قائم کریں، وغیرہ وغیرہ۔

حالانکہ آزادی خود مختاری و خود داری کو کہتے ہیں،

آزادی غیروں کے تسلط سے چھٹکارا پانے کو کہتے ہیں،

آزادی اُس وقت آزادی ہوتی ہے جب آدمی اپنے معاملات طے کرنے میں بااختیار ہو، اُسے غیروں کے اشاروں پر چلنے کی ضرورت نہ ہو،

آزادی اسے کہتے ہیں کہ جب آدمی کوئی فیصلہ یا کام کرے تو اُسے کسی کی ناراضگی کی پروانہ ہو، وہ اس معاملے میں بے پرواہ ہو۔

مذکورہ بالا آزادی کے چاروں معنوں کے لحاظ سے پاکستان ایسا ہے جیسے پیاسے شخص کو صحرا میں دور سے سراب پانی نظر آتا ہو، مگر جب وہ اُس جگہ پہنچتا ہے تو سوائے مزید پیاس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا، اور ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرجاتا ہے۔ یا اس کی مثال ایسی ہے کہ جب کوئی چھوٹا بچہ گرتا ہے تو بڑے اُسے تسلی کے لیے کہتے ہیں: "دیکھو! میرے لڑکے نے کیا زبردست چھلانگ لگائی" اور وہ بچہ بھی اُن کی باتوں میں آکر سمجھتا ہے کہ اُس نے کوئی بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے، مگر حقائق حقائق ہوتے ہیں، کوئی سمجھے یا نہ سمجھے۔

بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن کی حقیقت ضد سے پہچانی جاتی ہے، بلکہ بسا اوقات ضد سے آسانی کے ساتھ معنی سمجھ میں آجاتا ہے۔ "آزادی" کی ضد "غلامی" ہے، غلامی کا معنی اہلِ لُغت نے "بندگی واطاعت" بیان کیا ہے۔ یعنی جب کوئی شخص، کوئی قبیلہ، یا کوئی



آزادی

عبد الرحمن عفا اللہ عنہ

نسل وقوم اپنے غیر کی اطاعت وبندگی اختیار کرے تو یہ اُن کی غلامی ہے، اور جس کی اطاعت اختیار کی گئی ہو وہ اُن کا مولا وآقا کہلاتا ہے۔

اب اس معنی کو موجودہ دور میں تطبیق (فِٹ) کرنے کی کوشش کرتے ہیں، کہ آیا ہم (پاکستانی، بشمول حکمران طبقے) آزاد ہیں یا غلام؟ ہماری حیثیت دنیا میں آقا کی سی ہے یا غلام جیسی؟ ہم غیروں کے مُطیع ہیں، یا غیر ہمارے مُطیع و باج گزار ہیں؟آیا ہم آرڈر(حکم) کرتے ہیں اور غیر اس کو عملی جامہ پہناتے ہیں یا معاملہ اس کے برعکس ہے؟

اگر آپ کو سوچنے، تجزیہ کرنے اور حالات کو پرکھنے کی فرصت نہ ہو اور اس وجہ سے آزادیٔ پاکستان کی حقیقت سمجھ میں نہ آرہی ہو تو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، کیونکہ ہم کچھ ایسے سوالات یہاں ذکر کرتے ہیں جن کے جوابات دل ودماغ میں سوچنے کے بعد آپ کی سمجھ میں یہ بات آجائے گی کہ اہلیانِ پاکستان جس چیز کو آزادی سمجھ کر خوشی مناتے ہیں وہ درحقیقت آزادی نہیں بلکہ آزادی کا فریب ہے۔

کسی ملک کی آزادی کا اُس وقت کیا معنی ہوسکتا ہے کہ جب ایک جیتی ہوئی جنگ امریکی آقا کے کہنے پر چھوڑ کر شکست میں تبدیل کردی جائے؟ (جیسے کارگل جنگ کے موقع پر نوازشریف اور اُس وقت کے آرمی چیف پرویز (مشرف نے کیا

کیا اُس وقت بھی ہم اپنے آپ کو آزاد سمجھیں کہ امریکی خوف کی وجہ سے اپنے ہم مذہب لوگوں کے خلاف ہم (پاکستانیوں) نے غیروں کا ساتھ دیا ہو؟ (جیسے عراق میں صدام حسین کے خلاف اُس وقت کے حکمرانوں اور (فوجی جرنیلوں نے کیا

کیا اب بھی ہم آزاد ہیں کہ محض ایک ٹیلی فونی دھمکی پر ہم (پاکستانیوں) نے غیروں کو مسلمانوں کے خلاف عسکری جگہیں دیدیں۔ (جیسے اِمارتِ اسلامی افغانستان (کے خلاف اُس وقت کے فوجی ڈکٹیٹر پرویز مشرف نے کیا

یہ کونسی آزادی ہے کہ حکومتِ پاکستان مسلمانوں کے خلاف غیروں کے عسکری سازوسامان کی حفاظت مجبور اور بے اختیار ہو کر کرتی ہے؟ (جیسے اِمارتِ اسلامی افغانستان کے خلاف اب تک پاکستان کا حکمران طبقہ (اور فوجی ٹولہ کررہا ہے

کیا ایسا تو نہیں کہ ہمارے حکمران طبقے نے مسلمانوں کے خلاف اپنی فضائی، سمندری اور زمینی حدود استعمال ہونے پر اپنی سیاسی بصیرت پر حُجت بازی کی ہو اور قوم نے اس پر داد دی ہو؟(جیسے امارتِ اسلامی افغانستان کے خلاف اُس وقت کے فوجی ڈکٹیٹر پرویز مشرف اور (پاکستانی قوم نے کیا

کیا ایسا تو نہیں کہ ہم (پاکستانیوں) نے ٦٠٠ سے زائد مہمان مسلمان مرد وعورت، بوڑھے اور بچوں کو پکڑ پکڑ کر امریکی آقاؤں کے حوالے کیا؟ اور اس پر فخر بھی کیا؟

کیا ایسا تو نہیں کہ پاکستانی حکمرانوں نے اپنی قوم کی بیٹی (عافیہ صدیقی) اپنے اقتدار کو طول دینے اور چند ڈالروں کی خاطر امریکی آقاؤں کو تحفہ میں دی ہو؟

کیا ایسا تو نہیں کہ ہم (پاکستانیوں) نے غیروں کے اشاروں پردوسروں کی جنگ اپنے ہم وطنوں کی طرف موڑ دی ہو؟

کیا ایسا تو نہیں کہ ہم (پاکستانیوں) نے اپنے ہم وطنوں (طلبہ وطالباتِ جامعہ حفصہ ولال مسجد) پر فاسفورس بم اس لیے برسائے تاکہ چینی اور امریکی آقا خوش ہوجائیں؟

کیا ایسا تو نہیں کہ ہم (پاکستانیوں) نے اپنے قبائلی بھائیوں کے خلاف سخت آپریشز اس لیے کیے تاکہ امریکی آقا کی خوشنودی حاصل کی جائے؟

کیا امریکہ وبرطانیہ کے ساتھ ہمارے تعلقات برابری کی !سطح پر ہیں ؟

کیا امریکہ اور برطانیہ وغیرہ نے پاکستان کے دشمنوں کو !"سیاسی پناہ" کے نام پر اپنے یہاں نہیں رکھا ہے؟

کیا ریمنڈ ڈیوس (جیسے کرائے کے امریکی قاتل) کو محض امریکی ہونے کی وجہ سے پاکستانی حکمرانوں نے باعزت رہا نہیں کیا؟

کیا پاکستانی حکمرانوں (بشمول عمران خان کے) نے ہمیشہ انتہائی ذلت کے ساتھ امریکہ کے سامنے بھیک کے لیے ہاتھ نہیں پھیلائے؟

کیا امریکہ نے کیری لوگر بِل ہتک امیز شرائط کے ساتھ منظور کرنے اور وہ بھی بار بار رُکوا کر کئی سالوں تک پاکستان کی تذلیل نہیں کی؟

کیا پاکستان کا سیاسی حکمران طبقہ اپنا قبلہ امریکہ وبرطانیہ کو نہیں سمجھتے؟ کہ جب بھی الیکشن کا موقع آتا ہے تو الیکشن سے پہلے اور الیکشن کے فوری بعد اُن کا رُخ امریکہ اور برطانیہ کی طرف ہوجاتا ہے، بلکہ الیکشن کی بجائے سلیکشن کے لیے ان کی دوڑ دھوپ زیادہ ہوجاتی ہے۔

جب بھی پاکستان کے سیاسی میدان میں مشت وگریبانی کی نوبت آتی ہے تو معاملات حل کرنے لندن یا واشنگٹن کا رُخ کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟

جب پاکستان کے حکومتی سٹیج پروردی میں ملبوس جلّاد نظر آنے لگتے ہیں (جو درحقیقت امریکی پالیسی کا حصہ ہی ہوتا ہے) تو انہیں ہٹانے اور اُن کی جگہ خود بیٹھنے کی کوششیں کہاں سے کی جاتی ہیں؟ آیا امریکہ وبرطانیہ براہِ راست اس معاملے میں دخل اندازی نہیں کرتے؟

کیا آپ کے علم میں نہیں کہ برطانیہ اور امریکہ نے شروع ہی سے یہ طے کر رکھا ہے کہ برطانیہ پاکستان کی سیاسی پالیسی مرتّب کرنے اور امریکہ پاکستان کی فوج وعسکری پالیسی بنانے کا اختیار مند ہوگا؟

کیا پاکستان کے بننے سے لیکر آج تک پاکستان کا عدالتی نظام غیروں کے تابع نہیں؟

سیاسی آزادی کی مخالفت کوئی بھی عقلمند شخص نہیں کرسکتا، مگر سیاسی آزادی کے ساتھ فکری آزادی بھی مطلوب ہے جو پاکستان کے اربابِ اقتدار کو تاحال حاصل نہ ہوسکی، بلکہ اربابِ اقتدار کو تو سیاسی آزادی بھی حاصل نہیں، کیونکہ ان کی سیاست اب تك لندن سے کنٹرول ہورہی ہے، حکمرانوں نے ملك کا تعلیمی نصاب بیرونی دباؤ پر ایسا مقرر کیا ہے کہ جس سے پاکستان کی نظریاتی حدود کی پامالی کے سوا کوئی اور اُمید رکھنا فضول ہے۔ بلکہ اب تو گلوبلائزیشن کا دلدادہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ پاکستان کی جغرافیائی حدود بھی کراس کرنے کے چکر میں ہے۔

اللہ تعالی ہمیں اسلامی نظام کے سائے میں حقیقی آزادی عطا فرمائیں، وہ آزادی جس میں خلّاقِ عالَم کا غلام بن کر مخلوق کی غلامی سے ہمیشہ کے لیے چھٹکارا ملے۔ آمین۔

"انسانی حقوق" کا مختصر جائزہ

مفتی ابوہشام

کسی بھی چیز کو سمجھنے سے پہلے اس چیز کی ماہیت کو سمجھنا ضروری ہوتا ہے ،تب جا کر بندہ اس قابل ہو سکتا ہے کہ اس چیز کی اچھائی یا برائی کے حق میں فیصلہ کر سکے۔»حقوقِ انسانی» کی اصطلاح جو کہ آج کل رائج ہے ، ایک مغربی اصطلاح ہے ۔ یہ اپنے اندر ایک زہرِ ہلاہل کو سمو رکھتی ہے ۔ اس اپنے خود ساختہ چارٹر کو لے کر آج مغرب پوری دنیا کی موت کو جائز گردانتا اور اس منحوس چارٹر کو پوری دنیا پر قبضے کا جواز سمجھتا ہے ۔

لہٰذا ہم سب سے پہلے «حضرت انسان»اور «حقوق»کا مغربی تصور میں جائزہ لیں گے، کہ مغرب کے نزدیک انسان کیا چیز ہے اور اس کے حقوق کیا ہیں ؟ تاکہ جن لوگوں کو صرف» انسانی حقوق» کے ظاہری معنیٰ سے جو مغالطہ ہوجاتا ہے ،اور وہ مغرب کے اس زہریلے چارٹر کو اسلامی تناظر میں دیکھ کر اس زہر کو دنیا میں عام کرنے میں مغرب کی معاونت کرنا شروع ہوجاتے اور مغرب کو مسلمان ممالک پر قبضے کا جواز مہیّا کرنے لگ جاتے ہیں ،ان کا یہ مغالطہ ختم ہو جائے۔

HUMAN RIGHTS انسانی حقوق» انگریزی لفظ» ہیومن رائٹس) کا اردو ترجمہ ہے ۔اس میں»ہیومن» کا) معنیٰ « انسان « سمجھنا ہی بنیادی غلطی ہے ۔ «ہیومن» کا معنی اردو میں «انسان» کرنا اس مجبوری کی وجہ سے ہے کہ انسان کے علاوہ کوئی اور ترجمہ کرنا ممکن نہیں ہے۔

انسان کا معنی اسلامی تناظر میں «عبد» کا ہے ، جسے human سے تعبیر کیا جاتا ہے،اور«Mankind» انگریزی میں عبد» کا اصل مطلب ہے «اللہ تعالیٰ کا بندہ»۔گویا اسلامی» تناظر میں انسان کا مطلب ایک ایسی ہستی ہے جس کی زندگی کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضاء اور خوشنودی حاصل کرنا ہو ،اور وہ اپنی خواہشات کی تکمیل میں آزاد نہ ہو ،بلکہ اللہ اور رسول ﷺ کے احکام اور طریقوں کے تابع ہو ،اور اس کے حقوق اللہ تعالیٰ کی طرف سے متعین ہوں ۔

جب کہ مغرب کے نزدیک انسان «ہیومن «ہے «عبد» نہیں ۔ ان کے نزدیک لفظِ»ہیومن» کا اپنا ایک مفہوم ہے اور اس سے مراد ایک ایسی ہستی ہوتی ہے جو قائم بالذات ہو ،اور ۔(Existent by Itself) یہ کہ» ہیومن» اپنا خالق خود ہے سارتر» کہتا ہے کہ ذات کے اندر اس بات کی استطاعت» ہے کہ وہ جیسا بننا چاہے بن سکتا ہے، وہ اپنی تخلیق خود کر سکتا اور دنیا کو جیسا بنانا چاہے بنا سکتا ہے۔ انسان بنیادی طور پر کوشش کرتا ہے کہ وہ خدا بن جائے ۔ اگر وہ خدا نہیں بننا چاہتا تو یہ برا عقیدہ» ہے۔ اس تصور کے حامل افراد کو» ««ہیومنسٹ» کہتے ہیں۔

چناں چہ»ہیومنسٹ» وہ شخص ہوتا ہے جو یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ اب انسان خود خدا ہے ،اس کو دنیا میں اپنی منزل پانے کے لئے کسی دیوی ،دیوتا یا اللہ کی ضرورت نہیں ۔اس تصورِ انسان کو «ہیومن بینگ (Human Being) سے تعبیر کیا جا تا ہے،مختصراً یہ کہ مغرب کے نزدیک انسان کا تصور یہی ہے ۔

اب تھوڑا سا مغربی حضرتِ انسان کا انہی کے تصور میں آزاد (Free) حقوق کا جائزہ لیتے ہیں ۔ جو شخص خود کو تصور کرتا ہو اللہ تعالیٰ کی نگہبانی اور عبدیت میں رہنے کیلئے تیار نہ ہو تو لازمی بات ہے کہ یہ نفس و شیطان کا بندہ ہوا، جس پر یہ نتیجہ مرتب کرنا کہ ہیومن بینگ(مغربی انسان) شیطان کے مساوی ہے کوئی بعید از قیاس نہیں ۔ اس سے یہ بات بھی واضح ہوئی کہ ایسے انسان کے حقوق بھی شیطانی ہوں گے ۔ مغرب کے نزدیک اخلاق اور حقوق کا معیار وہ نہیں جو انجیل اور قرآن میں لکھا ہے بلکہ تایخی اجتماعیت نے جو خیر و شر ،اخلاقیات اور حقوق کے معیار مقرر کئے ہیں وہی اصل ہیں ،اور حال یہ ہے کہ مغربی تصور میں انسانی آزادی ہے ۔ (Freedom)حقوق کا محور

فری ہونے یا آزادی کا مطلب یہ ہے کہ انسان ہر طرح سے آزاد ہے ،وہ کسی ان دیکھی ہستی کا عبد نہیں، اس کی عقل اس کے لئے واحد اتھارٹی ہے۔ اس کی عقل ہی فیصلہ کرے گی کہ شر کیا ہے اور خیر کیا ،کسی خارج از عقل ہستی کو خیر یا شر کے تعین کا حق حاصل نہیں ،ان کے نزدیک حقوق کا کوئی متعین معیار نہیں ،بلکہ ہر بندھن سے آزاد انسان کا جو جی چاہے وہی اس کا حق ہے ۔

خدا مر گیا ہے ۔(God is death) نطشے « کا کہنا ہے کہ» «موکالٹ «کہتا ہے کہ انسان بھی مر گیا ہے یہ مرنے والا انسان وہی تھا جو عہدِ ظلمات میں جی رہا تھا ،یعنی اللہ تعالیٰ کی بندگی میں جی رہا تھا ،آسمانی قوانین کی پاسداری کرتا تھا تاریک زمانہ تھا۔ اصل انسان «Dark age « ،یہ انسان کا تو انقلابِ فرانس کے بعد پیدا ہوا،جس وقت آسمانی قانون کو شکست ہوئی اور انسان مغربی آزادی کا قائل ہوا۔ قصہ مختصر یہ کہ اہلِ مغرب کے نزدیک وہ شخص انسان ہی نہیں جو مغربی آزادی و مساوات اور جمہوریت پر یقین نہ رکھتا ہو اور اب بھی وحی ،رسولوں کی رسالت، آخرت اور قیامت پر یقین رکھتا ہو۔

گزشتہ سطور سے ہمیں یہ معلوم ہوا کہ مغرب کے نزدیک انسان آزاد ہے ،یعنی ہر پابندی سے آزاد ۔ اگر معاشرتی ضروریات کی بناء پر کچھ پابندیاں لگ بھی جائیں تب بھی اس میں ایک ایسا علاقہ بچ رہنا چاہئے جس میں وہ اپنی خدائی کا اظہار کر سکے اور خود ساختہ متعین کردہ اصولوں کے مطابق اپنی زندگی گذار سکے۔

ذیل میں چند مغرب کے مقرر کردہ انسانی حقوق مذکور ہیں :

۱۔ ہر شخص کو ضمیر اور مذہب کی آزادی ہے ، اسی طرح مذہب کو تبدیل کرنے اور انفرادی یا اجتماعی طور پر اپنے عقائد کے اظہار کی بھی آزادی حاصل ہے۔ (مگر مشاہدہ یہ ہے کہ پوری دنیا میں مسلمانوں سے مذہبی آزادی کا حق چھین لیا گیا ہے ،جوکہ بین الا قوامی ہیومن رائٹس کے اصولوں کی خلاف ورزی ہے ،مگر ہے کوئی مسلمانوں کا پر (سانِ حال؟راقم

۲۔ ہر شخص کو اپنے خیالات کی تبلیغ کا حق حاصل ہے۔ ((سوائے مجاہدین کے، راقم

۳۔ مرد و عورت کو (بلا تفریقِ مذہب و ملت)شادی کرنے کے بعد اُسے فسخ کرنے کا اختیار ہے ۔

٤۔ انسانی حقوق کے چارٹر میں غلام،لونڈی بنانے اور ان کی خریدو فروخت کو ناجائز قرار دیا گیا ہے۔

٥۔ عوام کی مرضی حکومت کے اقتدار کی بنیاد ہوگی۔ (نہ کہ (اللہ تعالیٰ کی مرضی ،راقم

یہ چند دفعات میں نے بطورِ مثال بیان کئے ہیں ، باقی کے لیے شائقین حضرات خود ہی اس باب کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔

میرے خیال میں ہیومن کی اس تعریف اور ہیومن کے ان رائٹس (حقوق) کو ماننے کیلئے کوئی بھی مسلمان تیار نہیں ہو سکتا ،اور مزید بر آن غضب یہ ہے کہ ان بے سروپا حقوق کو ریاستی جبر کے ذریعے پوری دنیا پر مسلط کیا جاتا ہے ۔

«یو ،این، او»کے سابق سیکٹری جنرل «کوفی عنان»نے لکھا تھا :



کسی حکومت کو حق نہیں کہ وہ قومی خود» مختاری کو آڑ بنا کر ہیومن رائٹس سے انکار کرے ،سوڈان اور افغانستان کے مظلوم عوام کا حق ہے کہ ہم ان پر ہونے والے ظلم و ستم کو ختم کریں اور ان ممالک کو ترقی کی راہ پر لائیں ،ہم ان ممالک میں فوجی مداخلت کریں ،کیونکہ یہ مداخلت ہیومن رائٹس کے عالمگیر طور پو تسلیم «شدہ اصولوں کے مطابق ہوگی۔

آج تقریباً اٹھا رہ(١٨) سال بیت جانے کے بعد پوری دنیا کے انسان ہی عادلانہ طور پر یہ فیصلہ کریں کہ کیا امریکہ اور نیٹو نے افغانستان میں ظلم و ستم کو ختم کیا ؟یا افغان عوام کو ظلم و ستم کی چکی میں پیس کر ان کی جان ، مال اور عزت و آبرو کا ستیا ناس کر کے رکھ دیا ؟

میرے مسلمان بھائیو!آج انسانی حقوق کی تنظیموں کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ ہر ملک کے قومی معاشرے میں اس بات کا جائزہ لیں کہ حکومت، سیاسی پارٹیاں اور ریاستی ادارے مذکورہ انسانی حقوق کی پاسداری کرتے ہیں یا نہیں ؟ محترمو! یہ تنظیمیں جب انصاف کی بات کرتی ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ملک میں زناکاروں اور معاشرے کے فحش طبقوں کی حوصلہ افزائی ہوجائے۔ جب غیر اسلامی طبقوں یا اقلیتوں کے تحفظ کی بات کرتی ہیں تو اس سے ان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ معاشرے میں ارتداد کو کھلی چھوٹ مل جائے ۔

اس حقیقت کے عیاں ہونے کے بعد میں فیصلہ مسلمانوں پر چھوڑ تا ہوں کہ ان خوشنماء اوردلفریب نعروں سے مرعوب ہو کر ان فحش اور مسلم دشمن اداروں کا ساتھ دینا چاہیئے یا نہیں ؟۔حالا نکہ اللہ تعالیٰ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَلَا تَعَاوَنُوۡا عَلَى الۡاِثۡمِ وَالۡعُدۡوَانِ (اور گناہ اور ظلم کے کام (میں تعاون نہ کرو۔



کیا دستورِ پاکستان اسلامی ہے؟

استاد ظاہر مدنی

سر زمینِ پاکستان جسے تقریباً ساٹھ سال قبل لاکھوں مسلمانوں کی قربانیوں کے عوض حاصل کیا گیا تھا کہ اسے اسلام کا قلعہ بنایا جائے گا، آج نہ صرف اسلام، نظامِ خلافت اور نفاذِ شریعت سے محروم ہے بلکہ دینِ اسلام اور نفاذِ شریعت کے خلاف برسرِپیکار بھی ہے ، آج پوری ریاست ِپاکستان مجاہدین ِعالم کے خلاف طاغوتِ اکبر امریکا کی فرنٹ لائن اتحادی ہے ۔

وہ شے جسے آج تک اسلامی تشخص کا نام دیا جاتا رہا سوائے فریب کے اور کچھ نہیں ، وہ ریاست جسے واحد اسلامی ریاست کہا گیا انہی بنیادوں پر قائم ہے جو مغربی تصورِ ریاست کی فراہم کردہ ہے ، وہ دستور جس کے ذریعے اس ریاست کوکلمہ پڑھایا گیا خود اسلام سے متصادم اور نفاذِ شریعت کی راہ میں حائل ہے ۔پاکستان میں بسنے والے اہلِ ایمان بالخصوص علمائے دین اور سنجیدہ طبقوں کو اپنی جد جہد کو صحیح رُخ دینے اور حق کے آئینے میں اپنے فرائض کا تعین کرنے کے لیے ان وجوہات پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

پاکستان کے دستور اور نظامِ حکومت سے متعلق ایک اہم اشکال

پاکستان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کا نظامِ حکومت دیگر مسلم ممالک میں قائم نظام ہا ئے حکومت سے قدرے مختلف ہے ، کیونکہ پاکستان کا دستور صحیح اسلامی اساس پر قائم ہے اور دستور عامۃ المسلمین کو اپنے نمائندے چننے اور شریعت کی روشنی میں اپنے حکام کا محاسبہ کرنے کی مکمل آزادی فراہم کرتا ہے۔ سو مسئلہ دستور یا نظام کا نہیں بلکہ اُس فاسد حکمران طبقے کا ہے جو کبھی بزورِقوت اور کبھی دیگر ہتھکنڈے استعمال کرتے ہوئے اقتدار پر قابض رہتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر پاکستانی نظامِ حکومت واقعةً اسلامی بنیادوں پر قائم ہے تو پھر اس سے اس قدر فساد و بگاڑ اور مغرب کی اندھی غلامی کیونکر پیدا ہورہی ہے؟ اس کا نظامِ تعلیم اس قدرمہلک اور تباہ کن کیوں ہے؟ آخرکیوں اس نظامِ تعلیم سے ایسی نسلیں تیارہورہی ہیں جو اسلام سے جذباتی وابستگی رکھنے کے باوجود قول و عمل میں مکمل طور پر مغربی ثقافت اختیارکرچکی ہیں ؟ اگر پاکستان کا نظام واقعةً اسلامی بنیادوں پر قائم ہے تو پاکستان کی فوج کے لئے امریکی غلامی کو اپنے گلے کا ہار بنانا کیسے ممکن ہو پایا ہے؟ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ پاکستانی نظام اسلامی بنیادوں پر قائم ہو اور پھر بھی «دہشت گردی کے خلاف» جنگ کے نام پر جاری اسلام کے خلاف جنگ میں پاکستان امریکا کا سب سے بڑا اتحادی بن جائے ؟

درج ذیل سطور میں ہم (ان شاء اللہ) اللہ کے حکم سے اس اشکال کا جواب واضح کریں گے اور یہ بھی واضح کریں گے کہ مسئلہ محض حکمران طبقے کا نہیں بلکہ پاکستان کا دستور اور ریاست بھی غیر اسلامی ہے ۔

قومی ریاست کا مغربی تصور

مغرب کا سیاسی نظام « وطنی و قومی ریاست (nation state)

کے نظریہ پرقائم ہے اور اس نظریہ پرقائم ہونے والی ریاست کی تمام تردوڑ دھوپ کا محور اپنے وطن میں بسنے والی قوم کے مفادات کا تحفظ اور اس کے لئے زیادہ سے زیادہ دنیاوی فوائد اور منافع کا حصول ہوتا ہے ۔یہ وطنی ریاست عوامی اکثریت کی رائے کے سوا کسی اصول وعقیدہ اور اخلاق و اقدار کی پابند نہیں ہوتی،چیزوں کو حلال و حرام قرار دینے سمیت ہر قسم کی قانون سازی کثرتِ رائے کی بنیاد پر کرتی ہے اور وطنیت ہی کو بنیاد بناتے ہوئے انسانوں میں تفریق روا رکھتی ہے ۔

خلافت» کا اسلامی تصور اور اس کی بنیادیں»

مغرب کا عطاء کردہ سیاسی نظام اسلام کے سیاسی نظام سے یکسر مختلف اور اصولی اعتبار سے اس سے متصادم ہے ، اسلام کا عطاء کردہ نظامِ خلافت جن عقائد و تصورات پر کھڑا ہوتا ہے ان کا ایک مختصر ساتذکرہ ذیل کی سطور میں کیا جا رہا ہے ۔

۱ عقیدہء توحید

اسلام کا عطاء کردہ نظامِ حکمرانی توحید کے الہامی عقیدے پر مبنی ہے۔

۲) غیر اللہ کی بندگی سے آزادی

اسلام کا عطاء کردہ نظام اس اصول پرقائم ہے کہ انسان کو انسان کی غلامی و بندگی ، بلکہ اللہ کے سواء ہر ہستی کی غلامی سے آزاد کرایا جائے ۔

۳) تنہاء ایک اللہ کی طرف یکسوئی

اسلام کے عطاء کردہ نظام کا ایک اہم اصول یہ ہے کہ بندگی کی ہر صورت اللہ ہی کے لئے خاص کی جائے ، جس کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ محبت کا محور بھی محض اللہ رب العزت کی ذات ہو اور اللہ ہی کے سامنے مکمل عاجزی و ذلت اختیار کی جائے ۔

۴) خلافت و نیابت نہ کہ حاکمیت

اسلام کے عطاء کردہ نظام کی اساس اس بات پر قائم ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کو زمین پر خلیفہ اور نائب کی حیثیت دی ہے نہ کہ حاکمِ حقیقی کی۔

۵) مقصدِ زندگی، عبادتِ رب کے ذریعے اخروی کامیابی کاحصول

اسلام کا عطاء کردہ نظام اس عقیدے پرکھڑا ہے کہ انسان بنیادی طور پر اپنے رب کی عبادت اور بندگی کے لئے پیدا کیاگیا ہے ۔

۶) محاسبہ کرنے والی اصل ذات اللہ رب العالمین

اسلام کا عطاء کردہ نظام اس احساس پرقائم ہوتاہے کہ اللہ رب العالمین انسان کی تمام حرکات و سکنات اور ارادہ اور نیتوں کا جائزہ لے رہے ہیں ، سو اگر انسان دنیا میں انسانوں کی قائم کردہ عدالتوں کی گرفت اور سزاء سے بچ بھی نکلے تو آخرت میں اللہ کی عدالت کے فیصلے اور اس کی سزاء سے بچنے کی کوئی صورت نہیں ۔

۷) امتِ مسلمہ کی اساسی ذمہ داری « دعوتِ دین کا ابلاغ

اسی طرح اسلام کا عطاء کردہ نظام اس فہم پر مبنی ہوتا ہے کہ اللہ کے دین کی دعوت لوگوں تک پہنچانا اور ان پر حجت تمام کرنا اس امت کی ذمہ داری ہے ۔

۸) دعوت پھیلانے اور فتنہ مٹانے کے لئے

جہاد وقتال اسلام کے عطاء کردہ نظام کے پیچھے یہ تصور بھی کارفرما ہے کہ امت مسلمہ کا فرض ہے کہ وہ رب کا پیغام انسانوں تک پہنچائے اور اللہ کے کلمے کی سربلندی کے لئے « جہاد وقتال « کرے یہاں تک کہ فتنہ ختم ہوجائے اور دین پورا کا پورا اللہ ہی کے لئے خالص ہو جائے، کفرکی حکومت ختم ہو جائے اور اسلام ہی کی حکومت باقی رہے ۔

۹) حاکمیتِ شریعت ، عدل ،شوریٰ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے اسلامی اصول

امتِ مسلمہ شریعتِ الٰہیہ کی حاکمیت کے سنہری اصول پر مبنی نظامِ حکومت قائم کرتی ہے اور عدل و انصاف کے قیام ، شوریٰ کے اسلامی تصور پرعمل درآمد اور فریضۂ امر بالمعروف ونہی عن المنکرکی بجا آوری کے ذریعے اپنے رب کی عبادت کرتی ہے اور جب شریعت پرعمل کیا جانے لگے تو اللہ تعالی اس کے سبب دنیا میں بھی برکتیں نازل فرماتے ہیں ۔

۱۰) وطنی اور قومی تعصبات سے آزادی

اسلام کا عطاء کردہ سیاسی نظام (نظامِ خلافت) انسانیت کے سامنے ایک ایسی اعلی مثال پیش کرتاہے جہاں ہرقسم کی وطنی نسبتوں اور جغرافیائی حدود سے بالا ترہوکرتمام اہلِ ایمان کے درمیان ایمانی اخوت کی بنیاد پر مساوات کے رشتے قائم ہوتے ہیں ۔

۱۱) عزت کا معیار... ایمان تقویٰ اور عمل صالح

یہ نظام ِ خلافت اگر لوگوں کے درمیان کوئی تفریق روا رکھتاہے تو محض ان کے ایمان ، تقویٰ اور عملِ صالح کی بنیاد پر...... نہ کہ کسی ملک کی شہریت یا « ریاست « نامی کسی بُت سے وفاداری کی بنیادپر۔

۱۲) فیصلوں کا مأخذ: شریعتِ الٰہیہ نہ کہ کثرتِ رائے

خلافت کے اس نظام میں فیصلوں کے لئے اللہ کی نازل کردہ شریعت کی طرف رجوع کیا جاتا ہے نہ کہ غالب اکثریت کی رائے کی طرف ۔

دستورِ پاکستان کا اصل مقصد، بین الاقوامی نظام کے تابع مغربی طرز کی ریاست کا قیام

اس دستورکے لکھنے والوں کے پیشِ نظرکسی اسلامی حکومت یا شرعی نظام کا قیام نہ تھا بلکہ یہ دستور تولکھا ہی اس لئے گیا تھا کہ اس کے ذریعے مغربی طرزِ حکمرانی پرعمل پیرا ایک ایسی ریاست قائم ہو جو اسلام دشمن « بین الاقوامی نظام « میں ضم ہوسکے، وہ بین الاقوامی نظام کہ جسے صلیبی قوتوں نے دوسری جنگِ عظیم کے بعد اس غرض سے قائم کیا تھا کہ وہ پوری دنیا کے انسانوں کو ان کا تابع فرمان بنائے اور ان کے مفادات کا پوری طرح تحفظ کرے ، یہ ہی وہ باطل بین الاقوامی نظام ہے جس نے امتِ مسلمہ سے فلسطین چھینا اور یہ ہی نظام آج تک آزادئی کشمیرکی راہ میں رکاوٹ بنا ہوا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ یہ دستور کچھ ایسے مکرو فریب کے اندازمیں لکھا گیا ہے کہ مسلم عوام سے شریعت کے نفاذ کا وعدہ بھی ہوجائے، لیکن وہ وعدہ کبھی وفا بھی نہ ہوسکے ۔

جاری ہے---

یہ نظام ۔ خلافت اگر لوگوں کے درمیان کوئی تفریق روا


عن عقبة بن عامر رضي الله عنه ، قال : سمعت رسول الله –
صلى الله عليه وسلم – وهو على المنبر يقول : " (وأعدوا لهم
ما استطعتم من قوة) ألا إن القوة الرمي ، ألا إن
القوة الرمي ، ألا إن القوة الرمي ". رواه مسلم .

اسلامی قضاء کا ایک منظر

ایک قاضی صاحب کے انٹرویو کے ساتھ



کچھ دن قبل ہمارا تحریک طالبان پاکستان کے ایک قاضی صاحب حفظہ اللہ سے ملاقات کے لیے ان کے دارالقضاء جانا ہوا۔ ملاقات کا مقصد قاضی صاحب کا انٹرویو اور ان کے دارالقضاء و عدالت کے بارے میں معلومات حاصل کرنا تھا۔ جب ہم صبح دارالقضاء پہنچے تو کمرۂ عدالت کے باہر کچھ لوگ مخصوص نشستوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جن کی آج قضاء میں پیشی تھی۔ کمرۂ عدالت کے باہر چند مجاہدین پر مشتمل وردیوں میں ملبوس سیکورٹی کا ایک دستہ بھی اپنے فرائض انجام دے رہا تھا۔ یہ دارالقضاء ایک مسجد تھی جس میں قاضی صاحب علاقے کے لوگوں اور مجاہدین کے درمیان پیش آنے والے تنزاعات کا اسلامی شریعت کی روشنی میں فیصلہ کرتے ہیں۔ جب ہم وہاں پہنچے تو قضاء کا وقت ہوچکا تھا اور قاضی صاحب دارالقضاء میں قضاء کی ایک کارروائی میں مصروف تھے۔ ہم بھی باہر قاضی صاحب کے فارغ ہونے کے انتظار میں بیٹھ گئے۔ ابھی ہمیں بیٹھے کچھ ہی دیر گزری تھی کہ اندر سے کچھ لوگ جن کی قضاء میں سماعت پوری ہوچکی تھی باہر آگئے۔ کچھ دیر بعد وردی میں ملبوس ایک اہلکار ہاتھ میں کچھ کاغذات لیے باہر آیا اور کاغذ میں لکھے کچھ نام پکارنے لگا۔ جن لوگوں کے نام اس نے پکارے وہ اٹھ کر کمرۂ عدالت میں داخل ہوگئے۔ کچھ دیر تک یہی سلسلہ چلتا رہا اور اس دوران ہم باہر انتظار کرتے رہے۔قاضی صاحب کو جب ہماری آمد اور مقصد کا علم ہوا تو انہوں نے ہمیں اندر بلالیا، تاکہ ہم قضاء کی کارروائی کا خود سے مشاہدہ کرسکیں۔ کمرۂ عدالت میں اسلحہ لے جانے پر پابندی تھی اس لیے ہم سے ہمارا اسلحہ باہر کھڑے پہرہ دار نے وصول کر کے اپنے پاس محفوظ کرلیا۔جب ہم اندر داخل ہوئے تو اندر دارالقضاء کا ایک بارعب اور روحانی ماحول تھا۔ کمرۂ دعدالت میں بالکل خاموشی تھی۔ قاضی صاحب مسجد کے بالکل وسط میں محراب کے پاس زمین پر نشست فرما تھے۔ ہم نے وہاں موجود لوگوں کو سلام کیا ۔ قاضی صاحب نے سلام کا جواب دینے کے بعد ہمیں ایک طرف بیٹھنے کا اشارہ کیا تو ہم وہاں بیٹھ کر عدالت کی کارروائی کا مشاہدہ کرنے لگے۔ اسلامی اصولوں کے مطابق مدعی اور مدعیٰ علیہ دونوں قاضی صاحب کے بالکل سامنے ادب سے بیٹھے ہوئے تھے۔ قاضی صاحب کے پیچھے دائیں بائیں دو مسلحہ پہرہ دار اپنی پوزیشن سنبھالے کھڑے ہوئے تھے۔ساتھ ہی ایک محرر عدالت کی کارروائی قلم بند کرنے کے لیے بیٹھے ہوئے تھے۔ قضاء کی کارروائی کا مشاہدہ کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ مدعی اور مدعیٰ علیہ کے درمیان قرض نادہندگی کا مسئلہ ہے۔ مدعی علیہ نے مدعی سے ایک سال قبل ایک کلاشن کوف خریدی تھی، جس کی آدھی سے زیادہ قیمت تو نقد اداء کردی تھی اور باقی ماندہ کی ادائیگی کے لیے ایک مہینے کا وقت لیا تھا۔ ایک مہینے سے زیادہ عرصہ گزرجانے اور مدعی کے باربار مطالبے کے باوجود مدعیٰ علیہ ٹال مٹول سے کام لیتا رہا اور اسی میں ایک سال گزاردیا۔ قاضی صاحب نے دونوں کے بیانات سننے کے بعد گواہوں کے بیانات قلم بند کروائے۔ گواہوں کے بیانات سننے کے بعد مدعیٰ علیہ سے دریافت کیا کہ وہ باقی ماندہ پیسے کتنے دن میں اداء کرسکتا ہے۔ اس نے عذر کرتے ہوئے کہا کہ میں ایک غریب آدمی ہوں اور میرے پاس دینے کے لیے پیسے نہیں ہیں۔ پھر قاضی صاحب مدعی کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے دریافت کیا کہ آیا وہ مدعیٰ علیہ کو کچھ مہلت دے سکتا ہے؟ مدعی نے مہلت دینے سے انکار کردیا اور اپنی رقم کی فوری ادائیگی کا مطالبہ کیا۔ اس کے بعد قاضی صاحب نے اپنا فیصلہ لکھا اور پڑھ کر سنایا۔ مختصر الفاظ میں فیصلہ کچھ یوں تھا:

مدعیٰ علیہ کی کلاشن کوف جو اس نے مدعی سے خریدی تھی قضاء کی تحویل میں رہے گی، اور اس کو تین دن کی مہلت حاصل ہوگی جس میں وہ مدعی کے پیسے واپس کرے ورنہ چوتھے دن اس کی بندوق فروخت کردی جائے گی اور اس سے حاصل ہونے والی رقم سے اس کا قرض ادا کردیا جائے گا اور باقی رقم اس کے حوالے کردی جائے گی۔ واضح رہے کہ یہ اس مقدمے کی پہلی سماعت تھی جو کہ زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹے تک جاری رہی۔ اس ایک گھنٹے میں مدعیان اور گواہوں کے بیانات کی سماعت کے ساتھ ساتھ مقدمے کا فیصلہ اور اس پر فوری عمل بھی ہوگیا۔ عدالت کی کارروائی کے بعد کچھ سیکورٹی اہلکار مدعیٰ علیہ کے ساتھ اس کے گھر تک گئے اور اس سے اس کی کلاشن کوف وصول کر کے قضاء کی تحویل میں دے دی۔ قضاء سے فارغ ہونے کے بعد قاضی صاحب نے ہم سے باقاعدہ ملاقات کی اور دارالقضاء سے کچھ فاصلے پر موجود ہمیں اپنے گھر لے گئے۔ مہمان خانے میں قاضی صاحب کے ساتھ کھانہ کھانے کے بعد کچھ دیر کے لیے سنت کے مطابق قیلولے کی نیت سے آرام کیا۔ ظہر کی نماز قاضی صاحب کے ساتھ قریبی مسجد میں باجماعت ادا کرنے کے بعد واپس مہمان خانے آئے۔ قاضی صاحب نے ہمارے لیے چائے کا اہتمام کروایا اور اسی دوران ہم نے قاضی صاحب سے انٹرویو کا آغاز کیا:

نمائندۂ مجلہ طالبان

محترم قاضی صاحب آج کل دنیا میں ایک بات یہ مشہور ہے کہ موجودہ دور بہت بدل چکا ہے، انسان نے بہت ترقی کرلی ہے، اس لیے آج کے دور میں اسلامی قوانین کے مطابق عدالتوں میں فیصلے کرنا ممکن نہیں۔ ان کے مطابق قرآنی قوانین پچھلے زمانوں میں تو قابلِ عمل تھے لیکن آج کل اس کی تطبیق ممکن نہیں۔آپ چوں کہ خود اس شعبے سے منسلک ہیں اس لیے آپ بتائیں کہ کیا ان کی یہ بات صحیح ہے؟

قاضی صاحب

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین وعلی من اقتداھم باحسان الی یوم الدین۔ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَہُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِہِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا وقال تعالی وَاَنِ احْکُمْ بَیْنَہُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ وَلَا تَتَّبِعْ اَہْوَآءَہُمْ

سب سے پہلے تو میں مجلہ طالبان کی انتظامیہ کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے ایک انتہائی اہم موضوع کی طرف ہماری توجہ مبذول کرائی۔ محترم! یہ ایک حقیقت ہے کہ آج کل دنیا میں اسلام دشمن عناصر اور جمہوریت کے پجاری، اسلامی قوانین کے خلاف ایسی ہی باتیں پھیلارہے ہیں تاکہ سادہ لوح مسلمانوں کے ذہنوں کو مشوش اور خراب کریں اور انہیں جمہوری نظام اور اس کے باطل قوانین کا ہمنوا بنائیں۔ لیکن الحمد للہ ایک صحیح العقیدہ اور تھوڑی سی بھی سمجھ بوجھ رکھنے والا مسلمان اس راز کو خوب سمجھ سکتا ہے کہ کفار اور ان کے ایجنٹوں کی یہ بات عقلی اور شرعی دونوں نقطۂ نظر سے غلط اور بے جا ہے۔

: عقلی لحاظ سے درجِ ذیل وجوہات کی بناء پر غلط ہے

۱۔ قرآنی قوانین یعنی شرعی قوانین اللہ تعالی خالق ومالک ورازق کے نازل کردہ اصول اور قوانین ہیں، اور موجودہ جمہوری نظام کے قوانین ناقص العقل انسانوں، جو کہ مخلوق ہیں، کے وضع کردہ اصول اور قوانین ہیں، اور یہ ایک ظاہر سی بات ہے کہ جو ذات خالق ومالک ہو اس کے بنائے ہوئے اصول وقوانین کامل اور سرمدی ہوں گے، اور اس کے علاوہ جو مخلوق کے اصول ہوتے ہیں تو ان میں غلطی کا اندیشہ بھی زیادہ ہوتا ہے اور وہ ناقص بھی ہوتے ہیں۔

۲۔ عقلی لحاظ سے اس لیے بھی یہ بات غلط ہے کہ تاریخ

اسلامی قضاء کا ایک منظر



ایک قاضی صاحب کے انٹرویو کے ساتھ

نے ہرزمانے میں یہ ثابت کیا ہے کہ اسلامی نظام جب بھی صحیح طریقے سے نافذ ہوا تو مسلم معاشرہ ترقی کی راہ پرگامزن اور پوری دنیا کے لیے علم و ہنر کا مرجع بنا رہا۔

۳۔ شرعی قوانین علم و ہنر اور ٹیکنالوجی کے خلاف یا ان کے راستے میں رکاوٹ نہیں ، بلکہ دینِ اسلام کے احکام ترقی کی طرف دعوت دیتے اور اس کا شوق دلاتے ہیں۔ اللہ عزوجل کا فرمان مبارک «وَاَعِدُّوْا لَہُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّۃٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَیْلِ تُرْہِبُوْنَ بِہٖ عَدُوَّ اللّٰہِ وَعَدُوَّکُمْ» اس بات کی واضح دلیل ہے۔ البتہ اسلامی قوانین بے حیائی، گناہ اور ظلم وزیادتی کے راستے میں مانع ہیں، اور ہر ذی عقل یہ بات خوب جانتا ہے کہ اس کا نام ترقی نہیں۔

٤۔ یہ لوگ خالق و مالک کے قوانین کو مخلوق کے قوانین پر قیاس کرتے ہیں ، لیکن یہ قیاس مع الفارق ہے۔ اس لیے کہ خالق کو مخلوق پر ، مالک کو مملوک پر قیاس کرنا ہر ذی عقل کے نزدیک سراسر ظلم و زیادتی اور تعصب و عناد پر مبنی ہے۔

٥۔ اسلامی قوانین کی تاریخ میں اب تک کوئی شخص بھی کوئی ایک غلطی بھی صحیح دلیل سے ثابت نہیں کرسکا ، جبکہ موجودہ دور کے موضوعی جمہوری نظام کو ہر ملک میں وقتا فوقتا خود اس کے پجاری ناقابلِ عمل ثابت کرتے رہتے ہیں۔

٦۔ الحمدللہ اسلامی قوانین انتہائی واضح ، معنی خیز، جامع اور محکم وروشن ہیں، جبکہ موجودہ دور کے جمہوری قوانین انتہائی پیچیدہ، جامد اور غیرواضح ہوتے ہیں۔

:اور شرعی نقطۂ نظرسے ان کی یہ بات اس لیے غلط ہے کہ

۱۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے کہ اس میں ہر مسئلے کی وضاحت یعنی حل موجود ہے، اللہ تعالی نے اسے «تبیانا لکل شئ » فرمایا ہے۔

۲۔ یہ دین قیامت تک ہر انس و جن کے لیے ہے :اور اسی میں ان کی زندگی ہے، اللہ تعالی فرماتے ہیں

(وَلَکُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوۃٌ یّٰاُولِی الْاَلْبَابِ (البقرۃ:۱۷۹

«اور تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے اے عقل والوں۔»

۳۔ اللہ تعالی نے اپنے قانون کو خود عام قوانین :سے بہتر قرار دیا ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے

اَفَحُکْمَ الْجَاہِلِیَّۃِ یَبْغُوْنَ ؕ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ حُکْمًا لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ (المائدۃ:۵۰)

کیا وہ لوگ جاہلیت کا فیصلہ تلاش کرتے » ہیں، اور کون ہے اللہ تعالی سے زیادہ بہتر فیصلہ «کرنے والا ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں

٤۔ اللہ تعالی نے آسمانی نظام کے نفاذ کو تمام خیروں کی برکات :کے حصول کا سبب قراردیا ہے، اللہ تعالی کا ارشادِ پاک ہے

وَلَوْ اَنَّہُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىۃَ وَالْاِنْجِیْلَ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْہِمْ مِّنْ (رَّبِّہِمْ لَاَکَلُوْا مِنْ فَوْقِہِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِہِمْ (المائدۃ:٦٦

اگر وہ لوگ تورات اور انجیل اور جو ان پر ان کے» رب کی طرف سے نازل ہوا ہے، کو قائم کرتے تو وہ «اپنے اوپر سے بھی کھاتے اور اپنے پیروں کے نیچے سے بھی

اگر یہ ترقی یافتہ دور کے ساتھ نہ چل سکتا تو قیامت تک اللہ تعالی نے اس کے نفاذ کو انسانوں !کی خیر و برکات کے حصول کا سبب کیوں قرار دیا؟

٥۔ شریعت کے قوانین کو رجعی سمجھنا ، قابلِ عمل نہ سمجھنا اور ان پر وضعی قوانین کو ترجیح دینا باتفاقِ علماءِ اسلام کفر ہے۔

نمائندۂ مجلہ طالبان

محترم قاضی صاحب جیسا کہ ہمیں معلوم ہے کہ آپ کی قضاء سے کچھ ہی فاصلے پر حکومت کے «عدالت» کے نام سے غیر اسلامی کورٹس موجود ہیں۔ ان کی موجودگی میں کیا لوگ آپ کے پاس اپنے مقدمات لےکر آتے ہیں؟

قاضی صاحب

مسلمان ہونے کے ناتے ہر مسلمان کا فرض بنتا ہے کہ وہ اپنے فیصلوں کو شرعی عدالت کی طرف راجع کرے اور انہیں موجودہ دور کے وضعی جمہوری قوانین کی عدالتوں میں پیش کرنے سے گریز کرے۔ ہم چوں کہ ایک ایسے منطقے میں رہ رہے ہیں کہ جہاں الحمد للہ سب مسلمان بستے ہیں، اور اکثریت مجاہدین کی ہے ، اس لیے اس علاقے کے سب لوگ یہاں ہمارے شرعی دارالقضاء ہی کی طرف اپنے مسائل کے حل کے لیے رجوع کرتے ہیں، اور میرے علم کے مطابق ابھی تک کسی نے بھی یہاں سے جمہوری عدالتوں کی طرف رجوع نہیں کیا ۔

! اکابرین کہتے ہیں - - -

- حضرت اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

ایسی جمہوری سلطنت جو مسلم اور کافر ارکان سے مرکب ہو، وہ تو غیرمسلم ہی ہوگی۔ (ملفوظاتِ تھانوی)

- مولانا محمود الحسن گنگوہی رحمہ اللہ

اسلام میں اس جمہوریت کا کہیں وجود نہیں اور نہ ہی کوئی سلیم العقل آدمی اس کے اندر خیر تصور کرسکتا ہے۔ فتاوی محمودیہ

- مولانا ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ مزدور اور عوام کی حکومت ہے ایسی حکومت بلاشبہ حکومتِ کافرہ ہے۔ عقائدِ اسلام



کیا میڈیا آزاد ہے؟؟

مکرم خراسانی

کچھ عرصہ پہلے بدنام زمانہ پاک فوج کے ترجمان آصف غفور کی پریس کانفرنس سننے کا اتفاق ہوا ... کانفرنس ختم ہونے کے بعد سلسلۂ سوالات میں معروف صحافی حامد میر نے میڈیا کی آزادی پر شکریہ ادا کرتے ہوئے سوالات کا آغاز کیا تو ترجمان نے صحافی کے مزید سوالات سے بچنے کی خاطر صحافت اور پاکستانی صحافیوں کی تعریف کو موضوع بنایا اور کہا کہ صحافیوں کا پاکستان کو بچانے میں اہم کردار ہے، ہم نے صحافت کو آزادی دی، ہماری وجہ سے میڈیا کو آزادی حاصل ہوئی وغیرہ۔ یہ سب سن کر ذہن میں ایک سوال پیدا ہوا کہ آخر یہ آزادئ صحافت کا مطب ہے کیا؟ یہ جاننا خاصا مشکل کام ہے کیونکہ اسی آزادی ہی کے دوران کئی صحافی زندگی سے ہاتھ دھو چکے ہیں۔

اقوام متحدہ نے ۱۹۹۳ء میں تین مئی کو آزادئ صحافت کا دن قرار دیا تھا۔ اس دن کو منانے کا مقصد دنیا بھر میں صحافیوں کے حقوق اور ان کی آزادئ رائے کے تحفظ اور ایسے صحافیوں کو خراج تحسین پیش کرنا ہے جنہوں نے سچ کی تلاش میں اپنی جانیں گنوا دیں۔پاکستان میں بھی آزادئ صحافت کا عالمی دن منایا جاتا ہے(آخر اتباع بھی تو کرنی ہے غیروں کی)۔ اس موقع پر ڈی ڈبلیو اردو کی نمائندہ، مونا کاظم شاہ نے پاکستان میں آزادئ صحافت کی صورتحال، پاکستانی صحافیوں سے جاننے کی کوشش کی۔ اس دن کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے واشنگٹن ڈی سی میں مقیم پاکستانی صحافی انور اقبال نے کہا:

اس وقت پاکستان میں بہت عجیب وغریب صورتحال ہے۔ میں نے براہ راست ضیاء الحق کے سینسرشپ کا دور بھی دیکھا ہے، جس میں پورا اخبار سینسر کیا جاتا تھا۔ اس کے بعد بتدریج حالات بہتر ہوئے اور آزادئ اظہار رائے کسی حد تک بحال ہوئی۔ لیکن اس وقت جس قسم کی سینسرشپ ہے وہ آمریت کے دور کی سینسرشپ سے بھی بدتر ہے۔ زمینی حقائق جھوٹ بولنے سے بدل نہیں سکتے۔

۱۹۷۱ء میں سقوط ڈھاکا کا حوالہ دیتے ہوئے انہوں نے کہا:

یحیٰی خان کے دور میں جس وقت ہم ہتھیار ڈال چکے تھے اس وقت ہر اخبار میں یہ خبر چل رہی تھی کہ جنگ ایک ہزار سال تک جاری رہے گی۔ آزادئ صحافت پر قدغنیں لگانے سے دو چار دن آپ اپنا موقف دے سکتے ہیں مگر بالآخر سچائی آپ کو ماننا پڑتی ہے۔

انور اقبال نے دور آمریت اور دور حاضر کا موازنہ کرتے ہوئے مزید کہا کہ آج کل چینل یا ادارے کو سینسرشپ کے نام پر سزا کا مرتکب قرار دیا جاتا ہے جس کے نتیجے میں بہت سی ایسی چیزیں جو چھپنا چاہیے تھیں منظر عام پر نہیں آ پاتیں۔

پاکستانی صحافی اور ڈاکومنٹری فلمساز بینا سرور نے اس دن کی مناسبت سے ڈی ڈبلیو سے بات کرتے ہوئے کہا کہ اس قسم کے دن روز منانے چاہییں کیونکہ معاشرے میں صحافیوں کا کردار بہت اہمیت کا حامل ہے، مگر کیونکہ ایسا ممکن نہیں اس لیے ہر سال اس دن کو منانے سے اندازہ ہوتا ہے کہ کہاں تبدیلی لانے کی ضرورت ہے، اور یہ اندازہ بھی ہوتا ہے کہ اس ایک سال میں ہم نے کیا کھویا اور کیا پایا۔یوم آزادئ صحافت کے حوالے سے پاکستان میں مقیم صحافی شاہ زیب جیلانی نے ڈی ڈبلیو سے گفتگو کرتے ہوئے کہا ”اس بات میں کوئی شک نہیں کہ پاکستان میں حالیہ برسوں میں ریاست کی طرف سے صحافیوں کی زبان بندی کے لیے دباؤ بڑھتا گیا ہے۔ یہ پہلی بار نہیں ہو رہا کہ ریاست اپنی غلط پالیسوں پر نظر ثانی کرنے کی بجائے اپنی ناکامیوں کا غصہ صحافیوں اور صحافتی اداروں پر نکالتی نظر آتی ہے۔ میڈیا کو کنٹرول کرنے کے لیے ہمارے آج کل کے حکمران سعودی عرب، چین اور روس سے متاثر نظر آتے ہیں ۔ میرے خیال میں صحافیوں کی زبان بندی اور انہیں دھمکانے کی حالیہ روش لمبی جدوجہد کا ایک کٹھن دور ہے، لیکن یہ صورتحال زیادہ دیر قائم نہیں رہ سکتی“۔ میڈیا کی صورتحال پر نظر رکھنے والی بین الاقوامی ادارے کمیٹی ٹو پروٹیکٹ جرنلسٹس کی حالیہ رپورٹ نے پاکستان میں اظہار رائے کی آزادی کے لیے بڑھتے ہوئے خطرات پر تشویش کا اظہار کیا ہے۔سی پی جے کی رپورٹ کے مطابق ذرائع ابلاغ سے تعلق رکھنے والے کارکنان کو اب بھی بہت سی مشکلات کا سامنا ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا تھا کہ فوج کی طرف سے مؤثر انداز میں رپورٹ کرنے پر پابندیاں لگائی جارہی ہیں جب کہ سیلف سنسرشپ کا رجحان بھی بڑھ رہا ہے۔ کئی سینئر صحافیوں کا کہنا ہے کہ پاکستان میں اظہارِرائے کی آزادی کے لئے حالات مزید خراب ہوتے جارہے ہیں۔ فیڈرل یونین آف جرنلسٹس سے تعلق رکھنے والے محمد ریاض کے خیال میں آنے والے وقتوں میں پاکستانی صحافیوں پر مزید کڑا وقت آئے گا۔ ملک میں انسانی حقوق کی تنظیمیں بھی اس طرف اشارہ کرچکی ہیں کہ اسٹیبلشمنٹ ایک منظم انداز میں اختلاف رائے اور فوج پر تنقید کرنے والوں کو دبا رہی ہے۔ اگر صحافتی تنظیمیں آگے نہ بڑھیں تو پاکستان میں رہی سہی آزادی بھی ختم ہو جائے گی۔

معروف اینکر پرسن اور صحافی مطیع اللہ جان بھی یہ سمجھتے ہیں کہ آرمی پر تنقید کرنے والے اور جمہوریت کے حق میں بولنے والے صحافیوں کو ہدف بنایا جارہا ہے، رپورٹرز کو بتایا جارہا ہے کہ کیا چھپے گا اور کیا نہیں چھپے گا۔تو اس میں شک نہیں کہ آزادئ صحافت کا گلہ گھونٹنے کے لئے مختلف حربے استعمال کئے جارہے ہیں۔گزشتہ چند برسوں میں پاکستان میں کئی نامور صحافیوں پر حملے ہوئے یا انہیں دھمکایا گیا۔ سوات میں موسیٰ خان خیل نامی صحافی سے لیکر حال ہی میں بلال اور اس کے بعد بول ٹی وی کے اینکر تک سینکڑوں صحافی ان خفیہ ایجنسیوں کے ہاتھوں زندگیاں ہار چکے ہیں شاید وہ اس غلط فہمی میں تھے کہ میڈیا آزاد ہے اور دنیا بھر میں صحافت کی آزادی کا دن بھی منایا جاتا ہے .... لیکن وہ اس ڈالر خور وطن فروش، بہن فروش خفیہ اداروں سے ناواقف تھے

بندہ عاجز کا تعلق بھی چونکہ میڈیا سے ہے اس لیے حیرانگی کی صورت میں لکھنے کا شوق ہوا کہ عجیب آزادی ہے .... جو صحافی سچ بولتے ہیں اس کو یا تو شہید کردیا جاتا ہے یا پھر غائب۔ دوسری طرف تحریک طالبان پاکستان کا بھی میڈیا سیل موجود ہے لیکن کیا ان کو بھی انہی اداروں اور بین الاقوامی قوانین کے تحت برائے نام آزادی حاصل ہے یا نہیں؟؟ تحریک طالبان پاکستان کا شعبۂ نشرواشاعت «عمرمیڈیا» اپنی آواز عوام تک پہنچانے کے لیے سوشل میڈیا کا استعمال کرتی ہے لیکن خفیہ اداروں کی طرف سے ہمیشہ یہ کوشش ہوتی ہے کہ ان کے صفحات یا چینلز وغیرہ کو بند کرایا جائے اور اس کےلیے وہ بھرپور قوت استعمال کرچکے ہیں اور کررہے ہیں .... یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ طالبان جو جنگ لڑرہے ہیں وہ بالکل ٹھیک اور ان کا مطالبہ بالکل برحق ہے۔ اسی لیے ان کی آواز کو دبانے کی کوشش کی جاتی ہے .... اگر وہ واقعی ملکی دفاع کیلیے لڑرہے ہیں اور طالبان ملک دشمن ہیں تو پھر جس طرح آپ نشریات کرتے ہیں طالبان کو ملک دشمن ثابت کرنے کےلیے، تو اسی طرح طالبان کو بھی اپنے دفاع کی خاطر نشریات کرنے دیا جائے۔ پھر فیصلہ عوام پر چھوڑ دیں گے کہ انہیں کس کا ساتھ دینا ہے؟؟تحریک طالبان پاکستان اپنا موقف بیان کرنے کی خاطر ہر ممکن کوشش کرتی ہے۔ انہی کوششوں میں سے ایک «عمرریڈیو» کے نام سے ایف ایم چینل بھی ہے، جس کی روک تھام میں یہ طاغوتی ادارے ناکام نظر آرہے ہیں تاہم دین دشمنی اور یہودی وفاداری کی خاطر ایف ایم سننے پر پابندی ہے، سننے والوں پر سزا اور جرمانہ عائد کیا جاتا ہے ---



جہادِ پاکستان اور درباری علماء

مفتي هشام باجوړي

میں جب قران کھولتا ہوں اور احادیثِ مبارکہ پر نظر ڈالتا ہوں اور تاریخ کی کتابیں اٹھاتا ہوں تو مجھے ہر دور میں پوری تاریخِ انسانی سے یہ سبق ملتا ہے کہ ہمیشہ سے لوگوں کے دو طبقات چلے آرہے ہیں ، جماعتِ اہلِ حق اور جماعتِ اہلِ باطل۔ اہلِ حق سے مراد دینِ سماوی دینِ اسلام و توحید کے پاسبان اور جانثار، جبکہ اہلِ باطل سے مراد ان کی مد مقابل جماعت ہے۔اس کی اولین مثال ابلیس کا حضرت آدم علیہ السلام کے مد مقابل ہونا ہے۔ آدم علیہ السلام اپنے رب کی حاکمیت کی طرف دعوت کے لیے پیدا کیے گئے، جبکہ ابلیس اُن کے مقابلے میں اپنی طرف دعوت کے جال پھیلاتا رہا، جس کی وجہ سے دو جماعتیں بنیں۔ ایک کو حزب اللہ سے تعبیر کیا گیا تو دوسری کو حزب الشیطان سے ۔ پہلی جماعت کے مشن کو پورا کرنے کے لیے اللہ تعالی نے بہت سے رسول اور انبیاء علیہم السلام بھیجے۔ انبیاء علیہم السلام میں سے ہر ایک نے اپنی قوم کو حزب الشیطان سے متنبہ کیا اور ان کو بتایا کہ «ان الشیطان لکم عدو مبین» (یقینا شیطان تمھارے لیے کھلا دشمن ہے) نیز انہوں نے ہر جماعت کی صفات بھی واضح کریں۔ چناں چہ اہلِ حق کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

(اُولٰٓئِکَ حِزۡبُ اللّٰہِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزۡبَ اللّٰہِ ہُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ (المجادلة:۲۲

یہ خوبیوں والے اللہ کي جماعت ہیں اور یاد رکھو کہ حزب» «اللہ ہی کامیاب ھے۔

اہلِ باطل کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اُولٰٓئِکَ حِزۡبُ الشَّیۡطٰنِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزۡبَ الشَّیۡطٰنِ ہُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ ((المجادلة:۱۹

یہ صفات کے مالک حزب الشیطان ہیں اور یاد رکھو کہ» «حزب الشیطان ہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔

حزب اللہ پر آخری خَتَم یعنی مہر میرے پیارے نبی محمد ﷺ نے لگائی ۔ آپ ﷺ جب مبعوث ہوئے تو انسانی تاریخ کا یہی درس اور تقسیم ایک بار پھر تازہ ہوا اور لوگ دو جماعتوں یا گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔ ایک جماعت کے علمبردار میرے پیارے نبی سرورِ کائنات ﷺ رہے۔ دوسری جماعت کا علمبردار شیطان کا پیروکار ابوجھل رہا ۔

حق و باطل کی اس تقسیم میں جس طرح عامة الناس میں سے کسی نے حزب اللہ کی صف کو اختیار کیا اور کسی نے حزب الشیطان کی صف کو، اسی طرح خواص الناس یعنی علماء بھی دو طرح کے رہے، کوئی ربانی رہا تو اس نے حزب اللہ کی صف اختیار کی ، کوئی دنیا کا پوجاری رہا تو شیطان یا حزب الشیطان کی صف کو اختیار کر بیٹھا۔ کتاب اللہ میں غور کرنے اور احادیث پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح عام لوگوں میں اکثر کا میلان ہمیشہ سے حزب الشیطان اور اس کے علمبردار ابلیس و ابوجھل کی جماعت کی طرف رہا، اسی طرح علماء میں سے بھی ایک بڑی تعداد کا میلان باطل جماعت کی طرف رہا۔ اس کا واضح ثبوت سورہ توبہ کی درجہ ذیل آیت ہے:

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّ کَثِیۡرًا مِّنَ الۡاَحۡبَارِ وَ الرُّہۡبَانِ لَیَاۡکُلُوۡنَ اَمۡوَالَ النَّاسِ بِالۡبَاطِلِ وَ یَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ (التوبة:۳٤)

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

والمقصود التحذیر من علماء السوء وعباد الضلال .... وذالک انهم یاکلون الدنیا بالدین ومناصبهم وریاستهم فی الناس یاکلون اموالهم بذلک.......... وهم مع اکلهم الحرام یصدون الناس عن اتباع الحق ویلبسون الحق بالباطل ویظاهرون لمن اتبعهم من الجهلة فهم یدعون الی الخیر ولیسوا کما یزعمون بل هم دعاة الی النار الخ (ابن کثیر تحت الآیة التوبة:۳)

اس آیت میں) علمائے سوء اور گمراہ پیروں سے ڈرانا اور» منتبہ کرنا مقصود ہے اور یہ اس لیے کہ وہ دین کے عوض دنیا کھاتے ہیں ۔ (اسی طرح) اپنے منصبوں اور ریاستوں کے ذریعے جو ان کو لوگوں میں حاصل ہوں لوگوں کے مالوں کو کھاتے ہیں -------- اور اس حرام خوری کے علاوہ عام لوگوں کو حق کی اتباع سے بھی روکتے ہیں(یعنی منع کرنے کی کوشش کرتے ہیں) (اور ایک اور خطرناک کام یہ بھی کرتے ہیں کہ) لوگوں پر حق و باطل خلط ملط کر کے پیش کرتے ہیں اور اپنے جاہل متبعین کو یہ علمائے سوء یہ دکھاتے ہیں کہ یہ ان کو خیر کی طرف دعوت دیتے ہیں (علامہ ابن کثیر ان کی اصل حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ) حال یہ ہے کہ وہ ایسے نہیں ہیں جیسا ان کا گمان ہے بلکہ یہ آگ کی طرف بلانے «والے ہیں۔

لھذا یہ بات ہر ذی علم پر عیاں ہے کہ لوگوں کو راہِ راست پر لانے اور راہِ راست سے گمراہ کرنے میں علماء ہی مرکزی کردار ادا کرتے ہیں۔ علماء اگر حق پرست ہوں اور حق کی طرف دعوت دیتے ہوں ، معاشرے میں اصلاح آتی ہے ، لیکن جس کسی معاشرے کے علماء باطل پرست ہوجائیں اس معاشرے میں فساد پھیلتا اور وہاں سے دینِ اسلام کا جنازہ آئے روز نکلتا ہے۔ اگرچہ حق راہ پر چلنے کی توفیق اللہ تعالی کے اختیار میں ہے لیکن حق راستے کی راہنمائی کے لیے اللہ تعالی نے انبیاء علیہم السلام کو بھیجا اور علماء کو ان کا وارث مقرر کیا۔

اللہ تعالی نے اس دین کی حفاظت کی ذمہ داری اپنے ذمہ لی ہے،اور اس کے لیے ایک ظاہری سبب یہ پیدا فرمایا کہ علماء امتِ محمدیہ ﷺ کو رسول اللہ ﷺ کا وارث مقرر کیا۔ نبی ﷺ کے وارثین کی اس جماعت کی اکثریت ہر دور میں باطل کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنی رہی اور انہوں نے ہمیشہ اس دین کی حفاظت کے لیے اپنے سینوں کو ڈھال بنائے رکھا۔ اپنے نبی کے راستے پر چلنے والے دنیا سے بے رغبت اور حوضِ کوثر پر اپنے محبوب ﷺ کے ہاتھوں آب حیات سے اپنی پیاس بجھانے کے شوقین ان علماءِ حق نے اپنی ذمہ داری پوری ایمانداری کے ساتھ ادا کی اور آئندہ آنے والی نسلوں کے ایمان کی حفاظت کی خاطر اپنی جانیں پیش کرنے سے بھی پیچھے نہ ہٹے۔

لیکن ان اہلِ حق علماء کے ساتھ ساتھ ہر دور میں ایسے برائے نام علماء بھی رہے جنہوں نے فردوس پر ادنیٰ کو ترجیح دی۔یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اپنی ذمہ داری اور وظیفہ بھلا دیا، اور ہر وہ عالم جو اپنا یہ وظیفہ چھوڑ دے ، اللہ تعالی نے اس کو کبھی جاہل کا خطاب دیا تو کبھی اس کی تشبیہ کتے اور گدھے سے دی ۔ قرآن کریم میں اللہ تعالی کا ارشاد « فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الۡکَلۡبِ ۚ اِنۡ تَحۡمِلۡ عَلَیۡہِ یَلۡہَثۡ اَوۡ تَتۡرُکۡہُ یَلۡہَثۡ» عالم سوء ہی کے متعلق ہے، جاہلوں کے متعلق نہیں ، جیسا کہ مفسرینِ قرآن نے اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ «عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل ہے کہ یہ آیت بنی اسرائیل کے ایک (عالم) آدمی جس کو «بلعم ابن باعوراء» کہا جاتا تھا ، کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ مالک ابن دینار رحمہ اللہ کے حوالے سے علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ یہ بنی اسرائیل کے علماء میں سے تھا اور مستجاب الدعوات بھی تھا، جس کو بنی اسرائیل مشکلات میں آگے پیش کرتے تھے۔ موسی علیہ السلام نے اس کو «مدین» کے بادشاہ کی طرف دعوت الی اللہ کے لیے بھیجا تو بادشاہ نے بلعم کو طمع اور لالچ دی، جس کی بدولت اس نے بادشاہ کی تابعداری اختیار کرلی اور دینِ موسوی کو (دنیا کی خاطر) چھوڑ دیا ۔ (ابن کثیر تحت الآیة المذکورة

عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ایک روایت میں ہے کہ جب موسی علیہ السلام جبابرہ کے پاس اپنے ساتھیوں سمیت آئے تو جبابرہ بلعم کے پاس باربار آتے رہے اور بہت سے مال کے عوض اس سے یہ مطالبے کرتے رہے کہ تم موسی اور ان کے ساتھیوں کو بد دعا دو۔ بلعم اس مال کی لالچ میں آکر موسی علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو بد دعا دینے کے لیے تیار ہوگیا، لیکن اللہ تعالی نے اس کی زبان کتے کی طرح منہ سے باہر لٹکادی، وہ کتے کی طرح ہانپتا رہا اور اسی حالت میں مرگیا۔

اللہ تعالی نے اس کی گمراہی کا راز بھی بتایا ،کہ وہ بڑا عالم تھا ، اگر ہم چاہتے تو اس کو اس کے عطاکردہ علم کی بدولت اونچے مقام پر پہنچا دیتے «لکنه اخلد الی الارض» (اس نے دنیا کی زیب و زینت اور خوبصورتی کی طرف اور اس کی ظاہری نعمتوں اور لذتوں کی طرف اپنا میلان کیا اور دین پر دنیا کو ترجیح دی اور دنیا نے اس کو دھوکہ دیا جیسا کہ اوروں کو دھوکہ دیتی ہے، پس وہ اس لیے ھلاکت کے گڑھے میں گر گیا۔

جاری ہے - - -

مسنگ پرسنز (گمشدہ افراد) کا مسئلہ

نوجوان عالمِ دین مولانا یاسر صاحب سے خصوصی انٹرویو





پچھلے دنوں تحریکِ طالبان پاکستان کے ایف ایم چینل «عمر ریڈیو» سے پاکستان کی ملک دشمن فوج اور ظالم اداروں کی طرف سے غائب کیے گئے گمشدہ افراد کے موضوع پر ایک خصوصی پروگرام نشر کیا گیا۔ مذکورہ پروگرام میں تحریکِ طالبان پاکستان کے نوجوان عالمِ دین مولانا یاسر صاحب سے خصوصی انٹرویو لیا گیا۔ اپنی افادیت کے پیشِ نظر یہ انٹرویو قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔

عمر ریڈیو نمائندہ : سامعینِ کرام ، آج ہمارے ساتھ سٹوڈیو میں تحریک طالبان پاکستان سے تعلق رکھنے والے نوجوان مجاھد عالم دین مولانا یاسر صاحب تشریف فرماہیں۔ ہم ان کو خوش آمدید کہتے ہیں، السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ۔

مولانا یاسر صاحب: وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ۔

عمر ریڈیو نمائندہ : محترم چند دن پہلے فوجی ترجمان آصف غفور نے جی ایچ کیو میں ایک پریس کانفرنس کے دوران مضحکہ خیز دعوی کیا کہ گمشدہ افراد ہمارے پاس نہیں بلکہ افغانستان میں تحریک طالبان پاکستان کے پاس ہیں آپ اس پر کچھ روشنی ڈالیں۔

مولانا یاسر صاحب: محترم کافی عرصے سے تحریک طالبان اور ان دین دشمنوں کے درمیان جنگ جاری ہے۔ اس جنگ میں مجاھدین اور ان کے مددگاروں کے علاوہ ہزاروں عام مسلمانوں کو ان دین دشمنوں نے لاپتہ کیا ، جن کا کوئی حال احوال کسی کو بھی معلوم نہیں کہ آیا وہ زندہ ہیں یا شہید کردیے گئے، اور ابھی حال ہی میں فوجی ترجمان کا یہ دعوی سامنے آیا ہے کہ وہ سب بھاگ کر تحریک کے طالبان پاکستان کے پاس چلے گئے ہیں کوئی کسی جگہ ہے اور کوئی کسی جگہ۔

آج کی اس نشریات سے ہمارا یہی مقصد ہے کہ ہم ان مظلوموں کی آہ و فریاد عوام الناس اور پوری دنیا کے سامنے سامنے لائیں، ان ماؤں بہنوں بوڑھوں اور بچوں کی زبانی جن کے عزیز بھائی بچے شوہر وغیرہ برسوں سے لاپتہ ہیں، کسی کو سکول وکالج سے اٹھایا گیا تو کسی کے باپ یا بھائی کو بازار سے مزدوری کے دوران اٹھایا گیا، ایک بزرگ کے بیٹے کو جو چوتھے درجہ کے طالب العلم تھے مدرسے سے اٹھایا گیا، اسی طرح ایک عورت کہتی ہے کہ اس کے بچے کو مسجد سے سپارہ پڑھتے ہوئے فوج نے اٹھایا، ایک عورت کے مطابق اس کے بیٹے کو جہانزیب کالج سوات سے اٹھایا گیا، کسی کے گھر کی چادرو چاردیورای کا تقدس پامال کرکے اس کے عزیزوں کو لاپتہ کیا گیا۔ یہ صرف پختون قوم کا حال نہیں بلکہ ہر قوم کی کہانی ایک جیسی ہے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ فوج بدترین ظالم اور اسلام دشمن ہے۔ آپ خود ان مظلوموں کی زبانی ان کی فریاد (جوکہ آن ریکارڈ ہے) سن سکتے ہیں، تاکہ آپ کو علم ہو کہ گمشدہ افراد فوج کے پاس ہیں یا طالبان کے پاس ؟ اگر کوئی بندہ جو حقیقی درد مند مسلمان ہو اور اس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہو تو وہ ان مظلوموں کی آہ و فریاد کو سن کر کئی دنوں تک روتا ہی رہے۔

عمر ریڈیو نمائندہ: مولانا صاحب فوجی ترجمان نے جو یہ جھوٹا دعوی کیا ہے ، کیا یہ ایک اتفاقی بات ہے یا یہ ان کے آباؤ و اجداد کفار و منافقین کی تاریخ کا تسلسل ہے؟

مولانا یاسر صاحب : بالکل یہ یہود و نصاری کی تاریخ کا تسلسل ہے۔ جب حضرت ہارون علیہ السلام کی وفات ہوئی تو بنی اسرائیل نے معاذاللہ حضرت موسی علیہ السلام پر الزام لگایا کہ وہ ہارون علیہ السلام کو پہاڑ پر لے کر گئے اور ان کو قتل کردیا۔

اسی طرح انہوں نے ایک عورت کو خریدا کہ جب موسی علیہ السلام قوم کو اللہ کی طرف دعوت دینے لگیں تو جاکر کہنا کہ انہوں نے تو میرے ساتھ بدکاری کی تھی معاذاللہ ۔ آپ اندازہ لگائیں کہ ایک پاکباز انسان کو بدنام کرنے کےلیے وہ لوگ اس گھٹیا حد تک پہنچ گئے تھے۔

اسی طرح خود کفار نے جو جمہوریت کے بارے میں کتابیں لکھی ہیں انہوں نے ا س میں واضح طور پر لکھا ہے کہ ایک جمہوری لیڈر، رئیس کے اندر خباثت، اور جھوٹ کا پایا جانا ضروری ہے، اس لیے کہ اس نظام میں سوائے اس کے اور کوئی چارہ کار نہیں ۔

دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ ایسا وقت بھی گزرا ہے کہ جب دنیا اس دین فروش فوج کو ایک اسلامی فوج سمجھتی اور اچھی نظر سے دیکھتی تھی۔ لوگوں نے تو اپنے ٹرکوں پر لکھا ہوتا تھا، پاک فوج کو سلام وغیرہ وغیرہ ۔

لیکن اب حالت بہت بدتر ہے دنیا بھر کے مسلمانوں کو پتہ چل گیا ہے کہ یہ فوج ہماری نہیں بلکہ یہود و نصاری کی ہے آپ کو اگر یاد ہو تو میجر عامر نے ایک ویڈیو میں خود یہ اعترافات کیے کہ ہم نے امریکا کی خوشنودی کے لیے کیا کچھ نہ کیا حتی کہ اپنی بیٹی عافیہ صدیقی تک کو بیچ ڈالا۔ دوسری جانب ملک کی بدتر حالت ہے حکومتوں کے درمیان شدید اختلافات ہیں، مالی اقتصادی بحران کی وجہ سے ملک تباہی کے دہانے پر جاکھڑا ہے۔

اس حالت میں ان لوگوں کی کوشش ہے کہ عوام الناس کے سامنے جھوٹ بول بول کر پرانی کھوئی ہوئی ساکھ کو بحال کیا جائے لیکن حاشا وکلا ایسا کبھی نہیں ہوسکتا ۔ اس لیے کہ اب امت مسلمہ کی آنکھیں کھل چکی ہیں اور مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاسکتا۔

ہمارا اس نشریات سے مقصد یہ ہے کہ اے مسلمان بھائیو! خدارا اپنی ماؤں بہنوں کی فریاد کو مت بھلاؤ، تاکہ آپ دوبارہ اس سوراخ سے نہ ڈسے جائیں، اس بے دین فوج کے بارے میں دل میں ذرا برابر بھی نرمی مت لائیں بلکہ تحریک طالبان پاکستان کے ساتھ مل کر ان کے خلاف جہاد کی ابتداء کریں۔

عمر ریڈیو نمائندہ: محترم مولوی صاحب فوجی ترجمان کے بقول گمشدہ افراد یا تو تحریک طالبان پاکستان کے پاس ہیں یا پھر جنگوں میں مصروف ہیں ہم نے انہیں لاپتہ کرنے کا جرم نہیں کیا لیکن ایک آن لائن ویڈیو کلپ میں ایک عورت جو یہ کہ رہی ہے کہ اس کے بیٹے کو درگئی چیک پوسٹ سے اٹھایا گیا ہے اور غالبا پھانسی کی سزا دی گئی ہے، درگئی میں تحریک طالبان پاکستان کی وہ چیک پوسٹ کہاں پر واقع ہے ؟

مولانا یاسر صاحب : محترم میں نے پہلے بھی ایک سوال کے جواب میں کہا تھا کہ جمہوری نظام میں یہ تسلسل چلا آرہا ہے کہ ملک کے سربراہ اور بڑوں میں خباثت اور دروغ گوئی کا پایا جانا ضروری ہے۔

ایک طرف تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے تحریک کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے وہ اب ملک میں وجود نہیں رکھتے اور دوسری طرف بے شرمی سے ایسے دعوے کرر ہے ہیں! اگر درگئی میں طالبان کی چیک پوسٹ ہے تو پھر ان کے یہ دعوے جھوٹے ہوئے کہ ہم نے طالبان کی کمر توڑ دی ہے۔

بحرحال ہمارے سامعین میں سے اکثر کو معلوم ہوگا اور اگر کسی کو معلوم نہیں تو وہ معلوم کرلے کہ درگئی میں طالبان کی چیک پوسٹ نہیں بلکہ فوج کی مشہور چیک پوسٹ ہے جس سے اب تک سینکڑوں مسلمان لاپتہ کئے جاچکے ہیں ۔ وہ چیک پوسٹ پاکستان کی دین فروش ناپاک فوج کی ہے طالبان کی نہیں ۔

عمر ریڈیو نمائندہ: محترم مولوی صاحب، امت مسلمہ کیوں اتنا پیچھے چلی گئی؟ اس کی مظلومیت اور ذلت کے اسباب کیا ہیں؟

مولانا یاسر صاحب: محترم اسباب تو بہت زیادہ ہیں لیکن ان میں سب سے اہم وہ ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ ہمیں اللہ تعالی نے اسلام کی وجہ سے عزت دی ہے ، ہم اگر اسلام کے علاوہ کسی اور چیز سے عزت طلب کریں گے تو اللہ ہمیں ذلیل کردیں گے ۔ آج امت مسلمہ کی ذلت کا سبب اللہ کے قانون کو اور اسلام کو پس پشت ڈال دینا ہے ۔ اسی طرح دین اسلام کو خصوصا جہاد فی معنی القتال جس کے بارے میں قرآن کی پانچ سو سے زیادہ آیات ہیں، سے روگردانی کرنا بھی ایک اہم وجہ ہے۔

اسی طرح ابوداؤد کی روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم خریدوفروخت کرنے لگ جاؤ گے، اور

مسنگ پرسنز (گمشدہ افراد) کا مسئلہ

نوجوان عالمِ دین مولانا یاسر صاحب سے خصوصی انٹرویو





بیلوں کی دمیں پکڑلوگے،یعنی زراعت پرراضی ہوجاؤگے اور جہاد چھوڑ بیٹھوگے تو اللہ تم پرذلت مسلط کردیں گے جو اس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک تم دین کی طرف واپس نہ لوٹ آؤ گے۔

آجکل کے بے دین لوگ فوج اور پولیس والے تو جہاد کو فساد کہتے ہیں لیکن اللہ کے رسول اس حدیث مبارکہ میں جہاد کو دین کہہ رہے ہیں ۔ اس لیے کہ ماقبل میں جہاد ہی کا ذکرہوا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جہاد اقامتِ دین کا ذریعہ ہے ۔ مدینہ میں ایک مسلمان عورت اپنے کام کے لیے بازارگئی تو ایک یہودی نے اس کے ساتھ شرارت کی جس کی وجہ سے اس کا سترکھل گیا جس پر یہودی ہنسنے لگے۔ اس سارے منظر کو ایک مسلمان صحابی دیکھ رہے تھے انہوں نے تلواراٹھائی اور اس یہودی کا کام تمام کردیا جس پر دوسرے یہودیوں نے جمع ہوکر مسلمان کو شہید کردیا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبرملی تو آپ نے ان یہودیوں کو مدینہ سے باہر دھتکارنے کے لیے باقاعدہ صحابہ کرام کی تشکیل کی۔ اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو صلح حدیبیہ کے وقت مکہ بھیجا گیا۔ ان کو واپسی میں کچھ دیرلگ گئی تو افواہ پھیل گئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کردیا گیا تو اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۴۰۰ صحابہ سے ایک مسلمان کے انتقام کیلیے بیعت لی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں حضرات صحابہ کرام تابعین و تبع تابعین کے زمانے میں تو ایک مسلمان کو تھپڑ مارنے کا بدلہ لیا جاتا تھا یا تھپڑ مارنے والے کافر کو گرفتار کیا جاتا یا ان کے شہروں پر چڑھائی کی جاتی تھی...

آج بھی اللہ کی قسم اٹھاکرکہتا ہوں، امیرمحترم مولانا فضل اللہ رحمہ اللہ بھی یوں فرمایا کرتے تھے کہ اگرآج کے مسلمان نوجوان اپنی ماؤں بہنوں کی فریاد پرلبیک کہہ کر اٹھ کھڑے ہوں تو ہمیں اللہ رب العزت سے امید ہے کہ اسلامی امارت اور خاص کردنیا بھرمیں اسلامی خلافت قائم ہوجائے گی۔

تحریک طالبان پاکستان کے قیام کا مقصد بھی سب سے پہلے اعلائے کلمۃ اللہ یعنی اللہ کے کلمہ کی سربلندی اور غیراللہ کے کلمہ کی پستی ، اور اسی طرح آہ و فریاد کرتی ماؤں بہنوں،روتے بچوں اور ہر ایک ظلم کا بدلہ لینا ہے ۔ ان شاءاللہ یہ بدلہ تحریک طالبان پاکستان کے بہادرمجاہدین استشہادی نوجوان اپنی کاروائیوں کے ذریعے لے کرہی رہیں گے۔

عمرریڈیو نمائندہ: محترم مولوی صاحب پاکستانی ریاست کے ستائے ہوئے لوگوں کی آہ و فریاد منظرعام پرآتی رہتی ہے لیکن ہزاروں ایسے ہیں جن کے دل ایسے دکھی ہیں کہ وہ آرام سے زندگی بھی نہیں گزارسکتے، پھرآئے دن لوگوں کی لاشیں سڑکوں پرپڑی ملتی ہیں جوکہ پاکستانی معاشرے کا ایک حصہ بن چکی ہیں۔آپ کے خیال میں قوم کے قائدین اور علماء حق کی اس نازک وقت میں کیا ذمہ داری بنتی ہے ؟

مولانا یاسر صاحب: محترم یقینا امت کے سفید ریش بزرگ اور علماء حق اگر امت کے غم سے دردمند ہوں اور اپنی مسئولیت اچھے طریقے سے ادا کریں تو ضرورتبدیلی اور انقلاب آکر رہے گا ۔

اس لیے کہ مولوی صاحب ، مفتی صاحب اور شیخ صاحب کی یہ مسئولیت بنتی ہے ، کیوں کہ وہ کتاب کو پڑھنے اور سمجھنے والے لوگ ہیں، ان کو چاہیے کہ حالات کا بغور جائزہ لیں،اللہ کے دربار میں کھڑا ہونے، قبرو قیامت اور جہنم و حشر کو سامنے رکھیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بروز قیامت اللہ رب العزت ایک صاحب علم آدمی کو سب کے سامنے بلاکر پوچھیں گے کہ تم نے فلاں وقت حق بات کیوں نہیں بیان کی تو وہ کہے گا کہ اس لیے کہ یااللہ! میں ڈرتا تھا کہ قتل کیا جاؤں گا یا میرے اوپرظلم اور زیادتی ہوگی ۔تو اللہ رب العزت فرمائیں گے کہ میں ڈرے جانے کے زیادہ لائق تھا، یعنی میرے ڈرکی وجہ سے تم نے کیوں حق بات نہیں کی ، غیراللہ کے ڈرکی وجہ سے حق بات کہنے سے کیوں اعراض کیا؟یقینا اگرعلماء اور قومی قائدین آگے بڑھیں اور امت کی آہ و فریاد سنیں تو یقینا انقلاب کی راہ ضرور ہموار ہوجائے گی۔ حکومت اپنی دین داری کے دعوے کرتے نہیں تھکتی جبکہ ایک کلپ میں میں نے سنا، اُس میں ایک بوڑھی ماں کہتی ہے کہ اس کے بیٹے کو مسجد سے قرآن کا سبق پڑھتے ہوئے اٹھا کر لاپتہ کیا گیا ۔اب اگریہی لوگ اٹھیں اپنے قرآن، مدارس، طلباء اور ماؤں بہنوں کی آہ و فریاد پرلبیک کہیں تو پاکستان ہی نہیں پوری دنیا میں انقلاب آجائے گا۔ لیکن افسوس ہے کہ علماء کرام اور سفید ریش قائدین کے پاس ان موضوعات کے لیے وقت نہیں ہے اور نہ ہی وہ اس طرف توجہ دینے کی زحمت کرتے ہیں۔

عمرریڈیو نمائندہ: مولانا صاحب اس بحث کا خلاصہ کیا نکلا جو تمام تجزیہ نگاروں نے کی۔ آیا فوجی ترجمان کا دعوی مبنی برحقیقت ہے کہ لاپتہ افراد طالبان کے پاس ہیں اور جنگوں میں مصروف ہیں یا پھرفوج نے ہی انہیں اٹھا کرلاپتہ کیا ہے؟

مولانا یاسر صاحب: محترم اس بحث میں آپ کے سامنے مختلف جوابات اور گمشدہ افراد کے لواحقین کی آہ و فریاد سامنے آئی اب ہم اس کا فیصلہ سامعین(اور قارئین) کے سپرد کرتے ہیں ۔ رہ گیا فوجی ترجمان کا دعوی تو وہ واضح جھوٹ ہے کیونکہ گمشدہ افراد کے لواحقین کے بقول ان کی اپنے پیاروں سے ملاقاتیں کسی سے کوہاٹ، کسی سے پشاور اور کسی سے سوات اور فلاں ہوٹل اور مختلف جگہوں میں ہوچکی ہیں ۔ یہ وہ جیلیں ہیں جو طالبان کی نہیں بلکہ فوج کی ہیں ۔ تحریک طالبان پاکستان ہوٹلوں میں اپنے قیدی نہیں ٹھہراتے ۔ یہ سب فوج کے کرتوت ہیں، ان شاءاللہ ہمارے سامعین (اور قارئین)یہ فیصلہ خود کرسکتے ہیں کہ یہ کرتوت کس کے ہیں!

آج کے پروگرام کے خلاصے کا اہم نکتہ یہ ہے کہ ہماری عموما امت مسلمہ سے اور خصوصا پاکستانی مسلمانوں اور بالخصوص پختون قوم سے یہی درخواست ہے کہ اگرچہ دیگر علاقوں کی کارگزاری بھی یہی ہے کہ وہاں بھی کافی ظلم ہوئے ہیں لیکن پختون قوم کے ساتھ تو ظلم کی انتہاء ہوچکی ہے۔

بس تمام مسلمان اگراب بھی بیدارہوجائیں اور اپنی مسئولیت پہچان لیں تو ان شاءاللہ ظلم کی زنجیروں سے اپنے آپ کو آزاد کرواسکتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک اور بات کرنا چاہتا ہوں جو تسلی کی ایک خبرہے کہ تحریک طالبان پاکستان نے آپ کی آہ و فریاد اپنے دل پراور ہرجگہ لکھ رکھی ہے اور عموما تحریک کے مجاہدین اور خصوصا استشہادی مجاہدین آپ کی آہ و فریاد کو ہرگزنہیں بھولیں گے۔اسی کے ساتھ ساتھ گزارش ہے کہ اس بے دین فوج سے اپنے آپ کو بچا کررکھیں، اس کے دھوکوں سے ہوشیاررہیں، کسی دھوکے میں نہ آئیں، اس کی باتوں سے اس کی لالچوں اور روپے پیسے کے دھوکے میں نہ آئیں اور اس سے نہ ڈریں۔ کچھ عرصہ پہلے مہمند ایجنسی کے علاقے میں ہماری ایک بہن نے بے عزتی کی غرض سے آنے والے ایک فوجی کو مردار کیا، اللہ نے اس کی عزت کو محفوظ رکھا،جبکہ فوجی پرائے گھر کے آگے مردار پڑا رہا۔اس لیے میں تمام مسلمانوں،علماء کرام طلباء، سکول وکالج کے سٹوڈنٹس اور ماؤں بہنوں اور بزرگوں سے درخواست کرتا ہوں کہ غیرت کا مظاہرہ کیجیے اور اپنے خون،بدن،اور روح کو اللہ رب العزت کے دین کے لیے قربان کیجیے۔ جس طرح بے غیرتی سے عمرنہیں بڑھ سکتی اسی طرح اللہ کے دین کے لیے غیرت کرنے اور شجاعت وبہادری سے عمرکم نہیں ہوسکتی۔ اللہ رب العزت عزرائیل علیہ السلام کو وقت سے پہلے نہیں بھیجتے ۔ پھرکس چیزکا انتظارہے؟ یہ تو تیارباغ سامنے موجود ہے ۔ معا ملہ گرم ہے ابھی سب کچھ ہوسکتا ہے ۔ کام اس وقت مشکل ہوتا ہے کہ جب کسی کام کی بنیاد رکھی جائے اور اسے آگے بڑھایا جائے ، لیکن اب جب کہ بنیاد موجود ہے اور ان دین فروشوں کے خلاف تحریک طالبان پاکستان کے پلیٹ فارم سے مقدس جہاد رواں دواں ہے تو پھرکیا مشکل ۔

اب صرف مسلمانوں کی سہولت کاری کی ضرورت ہے ، چاہے وہ کسی شکل میں بھی ہو، ٹھکانے دینے کی صورت میں ہو یا بارود تیارکرنے کی صورت میں ہو، مجاہدین کو راستے دکھائیں، ان کو اپنے گھروں میں جگہ دیں، اگریہ سب کچھ بھی نہیں کرسکتے تو کم ازکم دعاؤں میں تو انہیں یاد رکھیں، کبھی دو رکعت نمازپڑھ کریا رات کو تہجد میں سورة یس کی تلاوت کرکے یا قرآن مجید کی تلاوت کرکے مجاہدین اسلام کو کم ازکم اپنی دعاؤں میں ضروریاد رکھیں کہ اللہ رب العزت ان کو اپنے اہداف تک آسانی سے پہنچادیں، انہیں کامیابی سے نوازیں ، اسی میں ہم سب کی کامیابی ہے۔


كُنتُم خَيرَ أُمَّةٍ أُخرِجَت لِلنّاسِ
تأمُرُونَ بِالمَعرُوفِ وتَنهَونَ عَنِ
المُنكَرِ
ال عمران ١١٠

خارجی وافراطی نظریات اور جہادی تحریکات

مفتی عبدالحمید عثمانی

مسلمان جب بھی اللہ تعالی کے دین کے لیے شرعی سیاست کی روشنی میں صحیح سنی منہج پر کھڑا جہاد کرتے ہیں، اللہ تعالی ان کی مدد کرتے اور مسلمانوں کے دلوں میں ان کی محبت ڈال دیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ بڑی بڑی طاقتوں کو شکست دیتے ہیں، اور انہیں جہادی قربانیوں اور ابتلائات کا ثمرہ اور نتیجہ بھی حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

(اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَ يُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ (محمد:٧

اگر تم لوگ اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ تعالی تمہاری» «مدد کریں گے۔

جب بھی اسلامی تحریکات شکست اور ضعف سے دوچار ہوتی ہیں، ظاہری اور مادی اسباب کے ساتھ ساتھ اکثر اس کے معنوی اور روحانی اسباب بھی ہوتے ہیں۔

ان معنوی اسباب میں سے ایک مہم سبب معتدل سنی منہج سے انحراف اور خارجی، تکفیری و افراطی منہج اختیارکرنا ہے۔ یہ مہلک بیماری جہادی صفوں میں بہت جلدی نفوذ کرتی ہے۔ تاریخ میں خارجی تحریکیں ہمیشہ مسلح صفوں میں ہی پیدا ہوئیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلح صفوں میں کم عمرنوجوانوں کی جوکہ فقاہت میں کم ہوتے ہیں، اکثریت ہوتی ہے۔

اسی طرح مسلحہ ہونا اور جنگی معرکوں میں شرکت بھی ایک جنگی مزاج میں تیزی اور حدت پیدا کرتے ہیں، اور اس کی وجہ سے طبعی طور پر کبھی کبھی مزاج میں تعلی اور امتیازی کیفیت بھی پیدا ہوجاتی ہے۔ یہ دونو اسباب خارجی وتکفیری اور افراطی افکار کوجلد قبول کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ہر میدان میں شیطان کے مکر کے مختلف جال ہوتے ہیں۔ الدکتور العلامہ مظہر الویس اپنی کتاب «العلامات الفارقة فی کشف دین المارقة» میں لکھتے ہیں :

الحرکة الجهادیة لدیها تقبل لهذا الفکر الغالی بسبب الطبعیة القتالیة الحادة وخطورة الامساک بالسلاح من قبل الاغراروالحدثاء و التی تورث رغبة فی العلو و التمیز

یعنی تیزجنگی طبیعت کی وجہ سے جہادی تحریکات میں اس غالی (خارجی و تکفیری اور افراطی) فکر کی قبولیت کا رجحان زیادہ ہوتا ہے۔ (چناں چہ مزاج کی اس تیزی کی وجہ سے تیز اور سخط فتویٰ اور فکرجلدی قبول کرتے ہیں۔دوسرا یہ کہ جہادی تحریکات میں کم عمرنوجوان جن میں فقاہت نہیں ہوتی، شرعی سیاست کے ابعاد کونہیں جانتے، حالاتِ حاضرہ اور آئندہ آنے والے حالات کا صحیح ادراک نہیں کرسکتے۔ پھر اس کے ساتھ مسلح ہونا خود ایک پُر خطر کیفیت ہے، جو کہ طبعا انسان کا مزاج ایسا کردیتی ہے کہ دوسرے لوگوں سے اس کو اپنا نفس اونچا اور ممتاز نظر آرہا ہوتا ہے۔

لہذا ان کم عمر نوجوانوں کا مسلح ہونا، فقاہت اور موجودہ و آئندہ حالات سے ناواقفیت خارجی اور تکفیری مزاج کی بنیاد بن جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے معمولی معمولی باتوں پر ہر مسلمان کو مرتد سمجھتے ہیں، اپنا آپ انہیں بہت ہی معیاری مسلمان نظر آتا ہے۔ دوسرے مسلمانوں کی جان و مال اسے اُن باتوں کی وجہ سے مباح لگتے ہیں جن کی وجہ سے وہ مباح نہیں ہوتے۔

اللہ تعالی کے نزدیک مسلمان کے مال و جان کی بہت بڑی شان ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لزوال الدنیا اهون عند اللہ من قتل رجل مسلم))

ایک مسلمان کے قتل سے پوری دنیا کا ختم ہوجانا اللہ تعالی» «کے لیے بہت ہلکا ہے۔

نبی ﷺ بیت اللہ شریف کے طواف کے دوران بیت اللہ سے مخاطِب ہوئے اور اس سے فرمایا کہ تیری بہت بڑی شان اور عزت ہے، لیکن مسلمان کی شان اور عزت تجھ سے بھی زیادہ ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر ایک مسلمان کے ناحق قتل میں زمین و آسمان کے درمیان جتنی مخلوق ہے، سب شریک ہوجائیں ، تو سب جہنم میں جائیں گے۔

اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا:

((لایزال المؤمن فی وسعة من دینه مالم یصب دما حراما))

مؤمن ہمیشہ دین میں ترقی کرتا رہتا ہے جب تک کسی کا» «حرام خون نہ بہائے

یعنی جب ناحق قتل کرے اور حرام طور پر کسی کا خون بہائے تو اس کی دین میں ترقی رک جاتی ہے۔

ایک خارجی اور افراطی مزاج شخص اور تحریک میں امت اور مسلمانوں پر رحم نہیں ہوتا، اسی وجہ سے ان کے ساتھ اللہ کی مدد نہیں ہوتی۔ کسی مسلمان کا قتل اتنا خطرناک عمل ہے کہ ایک معرکے میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے اجتہادی غلطی کے طور پر ایک ناحق قتل ہوگیا۔ رسول اللہ ﷺ کو جب پتہ چلا تو آپ نے انتہائی پریشانی کی حالت میں فورا فرمایا:

اللهم فاشهد انا بریئ مما فعل خالد» (اے اللہ آپ گواہ رہیں» کہ خالد رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا میں اس سے بری اور (بے زار ہوں۔

خارجی مزاج تحریک اور شخص کی قربانی اگرچہ زیادہ ہوتی ہے،وہ ابتلائات اور مشکلات زیادہ برداشت کرتے ہیں لیکن اہل السنة والجماعة کے معتدل منہج سے منحرف ہوجاتے ہیں،اس وجہ سے انہیں اللہ تعالی فتح اور اجتماعی قیادت نہیں عطاء کرتے۔

خوارج کی تاریخ میں بڑی سخت سخت جنگیں رقم ہیں، وہ بہت زیادہ عبادتیں کرتے اور سخت مشکلات میں گزارا کرتے تھے لیکن اللہ سبحانہ وتعالی نے انہیں امت کی اجتماعی قیادت نہیں دی۔ اللہ تعالی کی سنت بھی یہی ہے کہ خارجی نظر رکھنے والے لوگوں کو قیادت نہیں دیتے، بلکہ اللہ تعالی انہیں ختم کردیتے ہیں ، وہ ہمیشہ نہیں رہ پاتے۔ البتہ وقتا فوقتا مختلف جگہوں اور مختلف وقتوں میں پیدا ہوتے رہتے ہیں، جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ «کلما طلع قرن قطع» (جب بھی ان کا ایک سینگھ نکلتا ہے (یعنی کہیں پیدا ہوتے ہیں) کاٹ دئے جاتے ہیں۔) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ظہورِ دجال تک یہ فتنہ وقتا فوقتا ظاہر ہوتا رہے گا۔

جہادی جماعت «قاعدة الجهاد» کے مشہور اسیر عالمِ دین اور ایک بہترین لکھاری «ابو الفضل الصارم العراقی» اپنے مقالے «الغلو وآثاره السلبیة علی الجهاد و المجاهدین» میں لکھتے ہیں:

ونحن یؤمن یقینا ان من اسباب تخلف النصر انتشار هذه» «الافکار البدعیة الخبیثة

ہمیں اس بات کا پورا یقین ہے کہ اللہ کی نصرت کے پیچھے » رہ جانے کے اسباب میں سے یہ بدعی اور خبیث فکر کا پھیلنا ہے۔» تحریکوں اور جماعتوں میں جب خارجی و افراطی اور غیر سنی افکارو مزاج نفوذ کرجائیں تو وہ تحریکیں مٹ جاتی ہیں اور مسلمانوں کو بہت زیادہ تباہی اور بربادی پہنچاتی ہیں،اور اللہ تعالی ان کو کبھی غلبہ نہیں عطاء فرماتے۔

ان میں رحم نہیں ہوتا، قہر اور غصہ ان پر غالب ہوتا ہے۔ فتح اور غلبہ مل جانے کی صورت میں مسلمانوں کو شدید مشکلات سے دوچار کردیتے ہیں۔ انتہائی غرور اور تکبر میں مبتلاء ہوتے ہیں۔ اُن چیزوں پر مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں جو کہ مفکرات نہیں ہوتیں۔ سب کے جان و مال حلال سمجھتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ ہم نے معاصر جہاد میں دیکھا کہ جہاں بھی خارجی مزاج تکفیریوں کا اثر زیادہ ہوگیا، اس علاقے کے مسلمان اس دور کو ایک تاریک، بے نظم اور جابر دور کے نام سے یاد کرتے ہیں۔مسلمانوں کی جان و مال اور عزت ان جہادی تکفیریوں کے ہاتھوں ضائع ہوئیں۔ مسلمانوں کا سب سے بہترین طبقہ مارا اور شہید کیا گیا۔اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ان کا زیادہ ترکنٹرول بے عقل اور جذباتی نوجوانوں کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ جو جتنا جذباتی ہوتا ہے اور جذباتی باتیں کرتا ہے وہ اتنا ہی حق پرست اور مخلص سمجھا جاتا ہے۔ یہ لوگ کسی کے ساتھ بھی گزارا نہیں کرسکتے، ہر کسی سے حالتِ جنگ میں ہوتے ہیں۔

قرآن و حدیث کی تطبیق اپنی کم فقاہت اور کم عقلی کی بنیاد پر کرتے اور کفار کے خلاف نازل نصوص اپنے مخالف مسلمان پر لگاتے ہیں۔» فیض القدیر» میں علامہ مناوی رحمہ اللہ نے اس بات کی تصریح کی ہے، چناں چہ وہ فرماتے ہیں:

هم قوم ضل سعیهم فی الحیاة الدنیا وهم یحسبون انهم یحسنون صنعا، وذلک لانهم دأبو ونصبوا فی العبادة وفی قلوبهم زیغ فمرقوا من الدین باغواء الشیطان حتی کفروا الموحدین و تأولو التنزیل علی غیر وجهه۔ فخذلو بعد ما أیدوا حتی صاروا کلاب النار۔ فالمؤمن یستر ویرحم ویرجو المغفرة والرحمة والمفتون الخارجی یهتک ویعیر ویقظ وهذه اخلاق الکلاب وافعالهم کلما کلبوا علی عباد اللہ ونظروا لهم بعین النقص والدعاوة و دخلوا النار صاروا فی هیئة اعمالهم کلابا کما کانو علی اهل السنة فی الدنیا کلابا بالمعنی المذکور

یہ ایسے لوگ ہیں کہ دنیا میں ان کی کوششیں برباد ہیں اور » حال یہ ہے کہ وہ لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم اچھے کام کرتے ہیں۔ وہ اپنے بارے میں یہ گمان اس لیے کرتے ہیں کیوں کہ وہ ہمیشہ عبادت میں رہتے ہیں، اپنے آپ کو عبادت میں تھکاتے ہیں، لیکن ان کے دلوں میں ٹیڑھ پن ہوتا ہے (یعنی اہلِ سنت کے معتدل منہج سے ٹیڑھے ہوتے ہیں)۔ شیطان کے ورغلانے کی وجہ سے صحیح دین سے نکلے ہوئے ہوتے ہیں (یعنی دین کی صحیح سنی تعبیر سے نکلے ہوئے ہوتے ہیں)۔

خارجی وافراطی نظریات اور جہادی تحریکات

مفتی عبدالحمید عثمانی

یہاں تک کہ اہلِ توحید مسلمانوں کی تکفیراور قرآن کریم کی غلط تفسیرکرتے ہیں (یعنی کفار کے بارے میں نازل شدہ آیات مسلمانوں پرلگاتے ہیں)۔

یہی وجہ ہے کہ امت کی حمایت حاصل ہوجانے کے بعد اسے کھوبیٹھتے ہیں، یہاں تک کہ جہنم کے کتے بن گئے (یعنی کتوں کی طرح ہرکسی پربھونکتے اور اسے کاٹتے ہیں)۔

مؤمن تو مؤمن پر پردہ ڈالتا ہے، اس پر رحم کرتا ہے، اللہ تعالی کی طرف سے اس کے لیے رحمت و مہربانی اور مغفرت کا طالب ہوتا ہے، لیکن فتنہ پرور خارجی مسلمانوں کو بےعزت کرتے ہیں (اسی لیے انہیں مرتد سمجھ کران کی بے عزتی کرنے میں ثواب سمجھتے ہیں)، انہیں طعنے دیتے اور ان کے بارے میں خیراور مہربانی کی امید نہیں رکھتے، بلکہ مؤمن کے بارے میں ہمیشہ ناامیدرہتے ہیں، یہ کتوں کی عادتیں اور کام ہوتے ہیں۔ جب ان خوارج نے اللہ کے بندوں سے سختی کا معاملہ کیا اور ان کو حقیرجانا اور اللہ کے بندوں کو دشمن کی نظر سے دیکھا تووہ خود جھنم کے کتے بن گئے۔ کیوں کہ دنیا میں ان کی اہلِ سنت کے خلاف یہ کیفیت اور کردار کتوں کی کیفیت اور کردار ہے۔

خارجی اور تکفیری شخص اپنے گمان میں اپنی عبادت اور ابتلائات پربہت مغروروہوتا ہے۔ دوسرے مسلمانوں سے اپنے آپ کو بہت بلند تصور کرتا ہے۔ اسی وجہ سے اپنے کرتوتوں اور کردار کے بارے میں بہت خوش گمان ہوتا ہے۔ جس مسلمان سے ان کا اختلاف پیدا ہوجائے تو اس سے بہت زیادہ نفرت، بے رحمی اور عداوت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ کفار کے بارے میں نازل شدہ آیات ان پرلگاتے اور ان کی طرف ارتداد کی نسبت کرتے ہیں، جس کی وجہ سے ان کا مال و جان بھی (مباح سمجھتے ہیں (نعوذ باللہ من ذلک

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ یہ مخلوق میں سب سے بدترلوگ ہیں، کیوں کہ یہ کافروں کے بارے میں نازل شدہ آیات مسلمانوں پرچسپاں :کرتے ہیں

وکان ابن عمر رضی اللہ عنہما یراھم شرار خلق اللہ وقال انطلقوا الی آیات نزلت فی الکفار فجعلوھا علی المؤمنین

:ذاتی عبادت کے بارے میں آتا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا

ان فیکم قوما یدأبون ویعملون حتی یعجبو الناس وتعجبھم)) ((انفسھم)) وفی روایۃ ((یتعمقون فی الدین

تم میں ایسے لوگ ہوں گے جو ہمیشہ عبادت اور دینی» اعمال کریں گے، لوگ ان پرتعجب کریں گے، وہ خود بھی اپنے آپ پرتعجب کریں گے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ وہ لوگ «دین میں بہت تکلف کرتے ہوں گے۔

طبرانی مین عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہکے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے خوارج کے ساتھ اپنے مناظرے کا ذکرکرتے :ہوئے فرمایا

فأتیتھم فدخلت علی قوم لم اری اشد اجتھادا منھم ایدیھم کانھا ثفن الابل وجوھھم معلمۃ من آثار السجود

میں جب ان کے پاس گیا تووہ ایسے لوگ تھے کہ ان کی طرح » عبادت میں کوشش کرنے والا میں نے کہیں نہیں دیکھا (یعنی نبی ﷺ کے چچا کے بیٹے، مشہور مفسر صحابی جنہیں ترجمان القرآن کہاجاتا ہے، وہ ان کی عبادت پرتعجب کررہے ہیں، کہ میں نےایسے عبادت گزارکہیں بھی نہیں دیکھے) عبادت کی وجہ سے ان کے ہاتھ ایسے سخت ہوگئے تھے جیسا کہ اونٹ کے گھٹنے جوکہ بیٹھنے کی وجہ سے سخت ہوجاتے ہیں، اور ان کے » چہروں پر سجدے کے نشان تھے۔

یہ ان کی شخصی عبادت کا حال تھا، لیکن اس کے باوجود اپنے تیزمزاج کی وجہ سے جائزاور مشروع اعمال کی بنیاد پر بھی مسلمانوں کی تکفیرکرتے اور پھران کے ساتھ بہت ہی بے رحمی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اس وجہ سے بعض اکابر کا قول ہے کہ مرجئہ (جوکہ ایک گمراہ فرقہ ہے اور خوارج کا بالکل الٹ ہے) کی حکومت قائم ہوسکتی ہے لیکن خوارج کی نہیں، کیوں کہ وہ مسلمانوں پررحم نہیں کرتے، اپنے مخالف مسلمان کو مرتد کہتےہیں، اس کی جان و مال کو مباح سمجھتے اور پھر ان کے ساتھ انتہائی بے رحمی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امت میں جوبھی ان سے موافقت نہیں رکھتا تو یہ خوارج اس کے خلاف :بغاوت کردیتے ہیں

وقد اتفق الصحابۃ والعلماء بعدھم علی قتال ھؤلاء (ای الخوارج) فانھم بغاۃ علی جمیع المسلمین سوی من وافقھم علی مذھبھم وھم یبدؤون المسلمین بالقتال، ولا یندفع شرھم الا بالقتال فکانوا اضر علی المسلمین من قطاع الطریق، فان اولئک مقصودھم المال، فلو اعطوہ لم یقاتلو، وانما یتعرضون لبعض الناس، وھؤلاء یقاتلون الناس علی الدین حتی یرجعوا عما ثبت بالکتاب والسنۃ واجماع الصحابۃ الی ما ابتدعہ ھؤلاء بتاویلھم الباطل و فھمھم الفاسد للقرآن - - - - وھم شر علی المسلمین من غیرھم، فانھم لم یکن احد شرا علی المسلمین منھم ولا الیھود ولا النصاری، فانھم کانو مجتھدین فی قتل کل مسلم لم یوافقھم، مستحلین لدماء المسلمین واموالھم وقتل اولادھم، مکفرین لھم، وکانو متدینین بذلک بعِظَمِ جھلھم و بدعتھم المضلۃ

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد علماء کرام» رحمہم اللہ نے خوارج کے خلاف قتال پراتفاق کیا ہے۔ کیوں کہ وہ تمام مسلمانوں سے بغاوت کرتے ہیں سوائے اس کے جو ان کے باطل مذھب پر ان سے موافق ہو۔ یہ لوگ مسلمانوں کے خلاف جنگ اور قتال کی ابتداء کرتے ہیں (اسی لیے انہیں مرتد سمجھتے ہیں)۔ لہذا خوارج کا شر بغیر جنگ اور قتال کے نہیں دفع ہوسکتا۔ یہ لوگ مسلمانوں کے لیے قطاع الطریق (ڈاکووں) سے بھی زیادہ نقصان دہ ہیں، کیوں کہ ڈاکو تو بعض لوگوں کو یعنی جس سے ڈکیتی کرتے ہیں، صرف اس کو نقصان پہچاتے ہیں، اور ان کا مقصد صرف مال ہوتا ہے، اگر انہیں مال مل جائے تو جنگ نہیں کرتے، لیکن خوارج اور تکفیری تمام مسلمانوں کے خلاف لڑتے ہیں۔ ان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ مسلمانوں کو ان کے اُس مفکورے، عقیدے اور راستے سے منحرف کردیں، جوکہ قرآن و سنت اور اجماع امت سے ثابت ہے، اور مسلمان وہ گمراہ اور بدعی موقف اور راستہ اختیارکریں جوکہ انہوں نے قرآن کریم کی غلط تفسیر اور فاسد فہم کی بنیاد پر ایجاد کیا ہوتا ہے۔ان کا شر مسلمانوں کے لیے ہرکسی سے زیادہ ہے، حتی کہ یہود و نصاری سے بھی زیادہ، کیوں کہ وہ ہر اس مسلمان کے قتل کی کوشش کرتے ہیں جوکہ ان کے مفکورے سے موافق نہ ہو۔ مسلمانوں کی تکفیرکرتے اور ان کے جان و مال اور اولاد کا قتل جائز سمجھتے ہیں، اور اس کو وہ اپنے عظیم جھل اور گمراہ بدعی عقیدے کی وجہ سے دین سمجھتے ہیں۔

جاری ہے - - -

تحریک طالبان پاکستان کی کاروائیوں کی تفصیل

جنوری تا مئی

2019

۲۲۲ قتل و زخمی

۱۲۹ زخمي

۹۳ قتل

۳۸ کاروائي

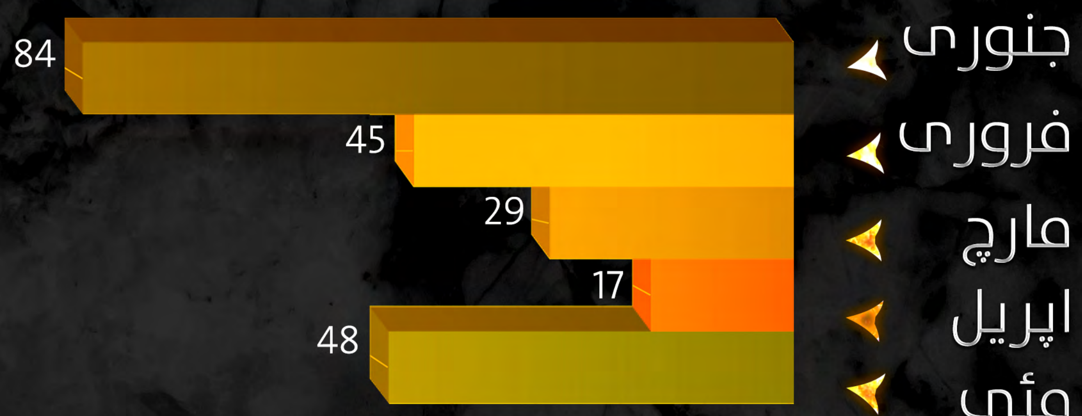
۱۰ مائن

۱۹ کمین تعارض

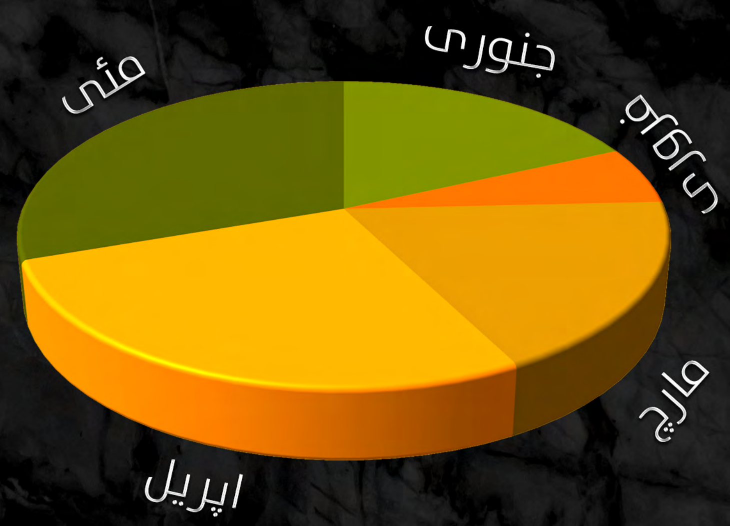
۲ انغماسي

۷ سنائپر ٹارگٹ

ماہوار قتل وزخمیوں کی تفصیل



ماہوار کاروائیوں کی تفصیل



امام المجاهدین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

شہادت رتبۂ اَولیٰ محبت کے قرینوں میں
یہ بھڑکی آگ اب اس ساری بستی میں
سراپا حسن بن جاتا ہے جس کے حسن کا عاشق
بھلا اے دل حسیں ایسا بھی ہے کوئی حسینوں میں
امیرِ شہر تیرے شیش محلوں سے ہمیں اچھا
وہ اک چھپّر کا حجرہ ہے، درخشاں سب نگینوں میں
وفا جس سے نبھاؤ گے، اسی کے ساتھ جاؤ گے
ہیں یہ خوش خبریاں محبوبِ جاں ﷺ کے ہم نشینوں میں
وہ سوزِ دل، وہ چشمِ تر، تڑپ دعوت کی ہر اک تک
گراں تحفے یہ امت کو دیے سارے خزینوں میں
یہاں دندانِ اقدس واں مبارک خون کے قطرے
کہ ہیں جنت کے سنگِ میل اُحد کے ان دفینوں میں
کہو طائف، بدر، خندق کے رستے چھوڑ بیٹھے ہو؟
تو جنت ڈھونڈتے ہو بولو کن زمینوں میں؟

انہوں ﷺ نے کوثر و تسنیم کے وعدے کیے جو ہیں
بھلا کیسے لگا لوں دل ترے ان آبگینوں میں
سلگتی ہے دعاؤں سے، ہواؤں سے نہیں بجھتی
محبت کی جو چنگاری جلی شہداء کے سینوں میں
احد میں حمزہ و مصعب کی، عبد اللہ کی شاں دیکھو
ہیں ہیرے لعل ایسے لوگ مٹی کے دفینوں میں
عجب چاہت سے ان کے دیں کے عاشق لائے جاتے ہیں
کہ خوشیوں کے ترانے ہیں بہشتی مہ جبینوں میں
جِلا دے توبہ و انفال سے راتوں میں موجوں کو
دعائے سحر سے پھر بجلیاں بھر دے سفینوں میں
مرے ایمان کے ساتھی! یہ جاں یوں مت گنوا دینا
کہ تلواروں کے سائے ہیں تری منزل کے زینوں میں
دلوں کو اے مرے اللہ! جو ذوقِ طلب بخشا
تو اب سجدے ترے ہی نام کے ہیں ان جبینوں میں

انجینئر احسن عزیز رحمہ اللہ